فاخرہ گل

خالہ سالا اور اوپر والا

ساتویں قسط

چینا اور خالہ آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھی تھیں اور ان کے عین سامنے شادی بیاہ میں لگائی جانے والی جھنڈیاں، لائٹیں، مہندی کی سجاوٹی پلیٹیں رکھی گئی تھیں، ابا اور چندا نے کوشش تو کی کہ کچھ سن گن لے سکیں لیکن وہ خالہ کے چہرے پر بکھری شرماہٹیں گھبراہٹیں صرف دیکھ ہی سکے، سن نہ سکے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کی حالت ایسی تھی کہ دیکھتے ہوئے کم اور دکھتے ہوئے زیادہ معلوم ہو رہے تھے۔ اور یقیناً" اس اچانک ٹینشن اور تجسس ہی کی وجہ سے ابا کو لگا کہ ان کے پیٹ کے اندر سانپ رینگ رہے ہیں جب ہی تو وہاں سے یوں ہٹ گئے جیسے غریب شخص کے پاس سے امیر رشتہ دار یعنی خاموشی سے۔

☼ ☼ ☼
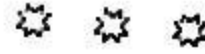
"چینا یہ میں اپنے کلینک میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" ضمیر بھائی حسب معمول باہر سے آکر سب سے پہلے اپنے کلینک میں گئے تھے کہ حیران پریشان اندرونی دروازے سے لاؤنج میں داخل ہو گئے۔

"یعنی اب یہ بھی تمہیں چینا بتائے گی کہ تم دیکھ کیا رہے ہو۔" چینا بھی ابھی کچھ دیر پہلے ہی باہر سے آئی تھی اور اب کچھ دیر ریلیکس کرنا چاہتی تھی لیکن ضمیر کی بے وقت اور سوالیہ آمد نے جھنجلا دیا۔

"ہر وقت غصے میں رہتی ہو، قدر نہیں کرتیں نا تم کہ کتنا اچھا شوہر ملا ہے۔" ضمیر بھائی نے بڑی ہی مسکین صورت بنا کر کہا تو چینا یہ سوچ کر مسکرا دی کہ اس کا تو شوہر پر بڑا رعب ہے اور وہ اس سب کے باوجود بھی اس سے کتنا پیار کرتا ہے۔

"خیر۔ چینا جیسی بیوی تمہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔"

"تم جیسی بیوی تو آدھی قیمت پر بھی ملے تو میں نہ خود لوں نہ کسی کو لینے دوں۔" ضمیر بھائی نے خود کلامی کی۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات خواتین، شوہر کی صلح جو طبیعت کو اس کی کمزوری سمجھ کر صرف اس بات پر خوش ہوتی رہتی ہیں کہ ان کا اپنے میاں پر کس قدر رعب ہے اور یہی بات وہ بڑے فخر سے اپنے حلقہ احباب میں بھی بتاتی ہیں اس بات کو یکسر نظر انداز کر دیتی ہیں کہ معاشرے میں شوہر کی عزت ان کے مجازی خدا کے حوالے سے ہو۔ یا لوگ انہیں جورو کا غلام کہہ کر طنز و مزاح کا نشانہ بنائیں یہ اختیار عورت کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

"بھئی اور کیا چاہیے چینا تم سے بڑھ کر۔ لیکن میں پوچھ رہا تھا کہ کیا میرے کلینک میں بارات آنے والی ہے جو اس قدر سجایا ہوا ہے۔"

"وہ دراصل مسز بشیر کا فون آیا تھا، کہہ رہی تھیں اپنی بیٹی کے رشتے کے لیے سخت پریشان ہوں تو چینا نے سوچا کیوں نا ہم ان کا رشتہ ہی کروا دیں۔"

"لیکن صرف ان کا رشتہ کروانے کے لیے یہ اتنا سارا انتظام؟" ان کا دماغ ابھی تک کسی افریقی بچے کے بالوں کی طرح الجھا ہوا تھا۔

"کروانا تو ان کا ہی ہے لیکن چینا نے سوچا کیوں نا اسی کام میں کچھ منافع بھی کمایا جائے اور وہ بھی ایسے کہ لگے ہاتھوں خالہ کا بھی رشتہ مل جائے۔" چینا نے خود کو عقل مند ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ "بس اسی لیے تو چینا نے تمہارے کلینک کو شادی دفتر میں بدل دیا ہے۔"

"واہ واہ واہ چینا" تم نے تو کمال کر دیا۔ یعنی اسی لیے علامہ اقبال نے بھی۔ ہر مرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ نہیں کہا بلکہ ہر فرد کو ملت کے مقدر کا ستارہ کہہ کر تمہارا بھی حصہ ڈالا ہے۔" ضمیر بھائی نے آج کھل کر اور بڑے ہی دل سے تعریف کی تھی جس پر چینا مسکرائے بنا نہ رہ سکی "ضمیر کاش چینا تمہیں ایک سچا انسان کہہ سکتی۔"

"تو کہو نا اس میں پرابلم کیا ہے؟"

"پرابلم یہ ہے کہ چینا خود ایک سچی انسان ہے اس لیے جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"چینا تم بھی نا۔ اچھا اب اتنے دنوں تک کلینک کا کیا کرنا ہے؟" وہ اس طرح کی باتوں کے عادی تھے لہٰذا

دل پر لیے بغیر بولے۔
"ہم گھر کے باہر لکھ کر لگادیں گے کہ کلینک کچھ دنوں کے لیے بند ہے۔"
"یہ ٹھیک ہے میں ابھی لگا کر آتا ہوں۔"
"توبہ توبہ 'کتنی مہنگائی ہو گئی ہے' ارے ان بیوٹی پارلر والوں کو تو اللہ پوچھے گا۔" خالہ بھی چینا کے ساتھ ہی ابھی باہر سے آئی تھیں اور آتے ہی واش روم جانے کے بعد اب دوبارہ لاؤنج میں آئیں جہاں چند لمحوں پہلے چینا اور ضمیر بات کر رہے تھے۔
"سچ کہتی ہو خالہ 'اگر حکومت میک اپ سستا کردے تا تو ان کے ووٹوں کی تعداد بھی کئی گنا بڑھ جائے گی کیونکہ جعلی ووٹ ڈالنے اور سیاسی اداکاروں کو گیٹ اپ چینج کرنے کے لیے بھی میک اپ کی ضرورت پڑتی ہے۔" دراصل چینا اور خالہ شادی دفتر کی تیاریوں کے سلسلے میں سب سے پہلے خود فیشل کروا کر آئی تھیں اور اب وہی ڈسکس کر رہی تھیں۔
"بلکہ میں تو کہتی ہوں چینا سیاسی اداکاروں کا بھی لیپا پوتی کے بغیر گزارا ممکن نہیں" خالہ نے اپنے سرخ ہوتے چہرے کو تھپتھپایا۔
"اب یہی دیکھ لو۔ صرف پانچ انچ کا فیس شل کروایا ہے اور پیسے اتنے دینے پڑے کہ مائنڈ شل مفت میں ہو گیا ہے۔"
"چینا کو تو لگتا ہے خالہ کہ معصنی پنکی نے پچھلی دفعہ کم پیسے دینے کا بدلہ اتارنے کے لیے فیشل کے بہانے طمانچے مار مار کر تمہارا منہ سرخ کر دیا ہے۔" چینا نے تجزیہ پیش کیا تو خالہ مزید آگ بگولا ہو گئیں۔
"ہونہہ رنگت جامنی اور نام پنکی۔ اللہ کرے پنکی سے منکی بن جائے کم بخت ہائے ہائے کیسا منہ جل رہا ہے' جاؤ ذرا ٹھنڈا پانی تو لادو۔" انہیں نازک حالت میں دیکھ کر چینا فوراً فریج کی جانب لپکی۔
"جانے کیسی کیسی کریمیں ملتی رہی ہے میرے منہ پر۔ زبان تک پر کڑوا ذائقہ آرہا ہے۔"
"وہاں تو خالی کرسی کو وزارت کی کرسی سمجھ کر بھاگی تھیں نا اب بھگتو۔" چینا نے بڑبڑاتے ہوئے گلاس تھمایا۔
"ارے مجھے تو لگتا ہے اس نے کسی کریم سے نہیں' بلکہ بام سے میرا فیس شل کیا ہے۔" دو گھونٹ پانی پینے کے بعد گویا انہیں ہوش آنے لگا تھا۔
"ہو سکتا ہے خالہ 'بالکل ہو سکتا ہے کیونکہ چینا نے خود اسے کتنی دفعہ امپورٹڈ کریموں کی خالی شیشیاں لیے حکیم صاحب کے پاس دیکھا ہے۔" چینا نے روانی میں شاید اپنا ہی راز کہہ دیا تھا۔
"لیکن تم حکیم صاحب کے پاس کب اور کیوں گئی تھیں؟"
"ارے وہ۔ وہ چینا تو بس پنکی کے پیچھے بے اختیار کھنچی چلی گئی تھی۔" اس نے بات سنبھالی اس دوران بڑی نک سک سے تیار علی بھی اپنے کمرے سے نکلا۔
"آپی آپ نے کیا۔ پنکی کی پیچھے تو کوئی بااختیار بھی بڑے بے اختیار ہو کر کھنچے چلے جاتے ہیں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟"
"وہ آپی دراصل آج کالج میں لیکچر ہے نا وہیں جا رہا ہوں۔" چندا کے جانے کے متعلق وہ بات گول کر گیا تھا۔
"لیکچر ہے مگر کس کا؟"
"لڑکیوں کا!"
"تو لڑکیوں کے لیکچر میں بھلا تمہارا کیا کام؟"
"آپی سمجھا کریں نا' اتنی ساری لڑکیوں کو صرف ایک پروفیسر کے ساتھ اکیلا چھوڑنا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے نا اور پروفیسر بھی وہ جو ساری دنیا کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اور خود کو گھر والا۔" علی نے اپنی مرضی کی تفصیل بتائی اور چینا کے مطمئن نظر آنے پر باہر جاتے جاتے پھر رک گیا اور چونک کر خالہ کو دیکھا۔
"خالہ یہ آپ کا فیس اتنا ریڈ کیوں ہو رہا ہے؟"
"فیس؟ نہیں وہ۔ وہ دراصل باہر بہت گرمی تھی نا بس اس لیے۔"
"جی۔ جی۔ گرمی سے ہی ہوا ہوگا' ورنہ کسی کی بات سن کر چہرہ سرخ ہونے کی عمر تو اب آپ کی نہیں

رہی۔" وہ مسکرایا۔

"جی نہیں ابھی بھی لاکھوں میں ایک ہوں۔" خالہ نے اپنے منہ پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے ممکنہ سکون حاصل کرنے کی کوشش کی۔

"جی ہاں لاکھوں میں ایک آپ ہی ہیں جو ایسی ہیں۔" علی کی اس درجہ تعریف پر خالہ نے بڑی دردناک مسکراہٹ سے چینا کو دیکھا جو سمجھ رہی تھی کہ شاید اس بات پر خالہ کا پارہ ہائی ہو جائے لیکن یہ دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی کہ خالہ کا سرخ چہرہ شدت تعریف سے مزید سرخ ترین ہو رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

چندا کا آج کالج میں پہلا دن تھا اسی لیے وہ گھبرائی ہوئی بھی تھی مگر علی نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی قسم کی فکر نہ کرے کیونکہ پہلے دن وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ میں اس کے ساتھ جائے گا تاکہ وہ خود کو محفوظ تصور کرے۔ اور چونکہ وہ دل تو علی کے ساتھ لگا ہی چکی ہے اس لیے دل لگا کر پڑھنے کے بجائے صرف پڑھنے پر غور کرے۔

ویسے بھی ہمارے معاشرے میں سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ بچے اپنے والدین کے کچھ زیادہ ہی فرمانبردار ہیں اسی لیے کالج یونیورسٹی میں جاتے ہوئے جب والدین دل لگا کر پڑھنے کی نصیحت کرتے ہیں تو وہ ان کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے روزانہ باقاعدگی اور بڑی ہی تیاری سے دل لگانے کی جدوجہد میں مشغول ہو جاتے ہیں اور کامیابی کی صورت میں اپنی کتابی چہروں کو پڑھتے رہتے ہیں۔

ابا بھی چاہتے تھے کہ چینا کو کچھ نصیحتیں کریں اس لیے سب سے پہلے انہوں نے بچت کے بارے میں سمجھانے کی تمہید باندھی۔

"پتری، کش پتا چلا؟"

"نہیں ابا، میں نے نہیں کی کوشش ہی۔" چندا نے اپنے شولڈر بیگ میں ایک دو خالی رجسٹر ڈالے تو وہ یقینی طور پر کالج بیگ کے بجائے کسی ڈاکیے کا تھیلا لگنے لگا۔ لمبائی اور وزن کے باعث!

"کس چیز دی کوشش نئیں کی؟"

"کچھ پتا چلانے کی ابا۔"

"ہاں تے کوئی کش کیا وی ہے تو نے؟" اس کی تیاری دیکھ دیکھ کر ابا کا دل طبلے کی مانند دھڑک رہا تھا۔

"ہاں ابا! ابھی کی تھی نا پچھلے ہی سال اپنی سالگرہ۔"

"تو تے جو کم وی کرنا خرچے والا ای کرنا۔" وہ دل کھول کر بدمزا ہوئے تھے۔

"ابا اب تو کوئی مفت میں نہیں مارتا تھپڑ بھی۔" بیگ تیار کر کے وہ ان کی طرف مڑی۔ "شاوا شے پتری، تے تو نے مجھے بتانا تھا ناں۔"

"لیکن آپ کیوں کھانا چاہتے ہیں تھپڑ؟" اسے حیرت ہوئی تھی کہ ابا کو آخر یہ بیٹھے بیٹھے کیا ہوا۔ "تھپڑ کھانا نہیں، مارنا چاہتا ہوں اسے جو مفت وچ تھپڑ کھانا چاہتا ہے، تے حیرت دی بات تے یہ ہے کہ لوگ مفت میں بندے مار رہے ہیں تے تجھے مفت اچ تھپڑ مارنے والا نہیں مل رہا۔" ابا نے اس کے بیڈ کے کونے پر ٹک کر یوں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی جیسے کسی کا انٹرویو لینے کے لیے بیٹھے ہوں۔

"تو ڈھونڈ کون رہا ہے! میں نے تو بس کہہ دیا تھا محاورتاً۔"

"شاوا شے، تجھے اس لیے اٹھویں جماعت اچ محاورے یاد کروائے تھے کہ انہیں چلتے پھرتے بول کر ضائع کرتی رہے؟" چندا کو لگا جیسے ابا کی آواز میں نمی ظاہر ہونے لگی ہو۔ جبھی فوراً" سے صلح کا پرچم بلند کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا ابا معاف کر دیں، نہیں بولوں گی آج کے بعد کوئی بھی محاورہ۔"

چندا کا خیال تھا کہ وہ اس کے یوں ہتھیار ڈالنے پر خوش ہوں گے لیکن وہ اسی طرح ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے رہے بائیں ٹانگ کے اوپر دونوں ہاتھوں کا تالا اس مضبوطی سے لگایا گیا تھا کہ ذرا سی گرفت ڈھیلی ہوتی اور وہ پاکستانی فلموں کی ساکھ کی طرح جھٹ سے گر جاتے۔

"ابا۔" چندا نے بال بنانا چھوڑ کر ابا کو غور سے دیکھا کہ آیا وہ خیریت سے ہیں بھی کہ نہیں۔ کیونکہ ابا عمر کے اس حصے میں تھے جہاں عام طور پر صبح دیر تک سونے سے بھی دیگر اہل خانہ میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے کہ اب جاگیں بھی یا سو ہی گئے۔ کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں تو قریبی لوگ ناک کے آگے ہاتھ کر کے سانس کے آنے جانے کی تصدیق کرنے کا سوچنے لگتے ہیں قریبی نظر اس حد تک کمزور ہو جاتی ہے کہ پھر سامنے دس خواتین بھی آجائیں تو صرف کم عمر ترین ہی نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ کچھ اور نہیں بس یہ ہے کہ ان کم عمر خاتون کا ان سے عمر میں فاصلہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس لیے قریبی نظر کی خرابی جان کر دور کی چیز دیکھتے ہیں۔

"ابا۔ ابا۔" چندا نے ان کی بازو پکڑ کر جھنجوڑا ہاتھوں کا تالا کھل جانے کے باعث گرتے گرتے بچے۔

"پتری ڈر گئیں اے؟" وہ چندا کے یوں گھبرانے پر حیران ہوئے تھے۔ پھر خود ہی بولے۔

"میں آیا تے تجھے یہ سمجھانے تھا کہ میں نے بڑی کوششوں سے یہ پیسے جمع کیے ہیں اس لیے اب تو نے ان کو اڑانا نہیں پر اب میں کسی ہور بات کرنے والا ہوں۔"

چندا نے انہیں غور سے دیکھ کر یہ جاننے کی کوشش کی کہ کہیں وہ اسے کوئی وصیت تو نہیں کرنے والے یا ہو سکتا ہے جس روپے جائیداد اور بینک بیلنس کا انہوں نے اسے آج تک نہیں بتایا' آج وہ اس راز سے پردہ اٹھانے والے ہوں۔ اس لیے خاموشی سے ان کی بات سننے لگی۔

"وہ دراصل۔ یہ۔ جو۔ علی ہے۔"

علی کی بات پر چندا نے سر جھکا کر شرمانا چاہا لیکن ابا کے چہرے پر موجود مشکوک تاثرات سے چونک گئی۔

"ہاں ابا بولیں نا۔ کیوں گئے ہیں آپ رک؟"

"ہے تو یہ ہمارا پڑوسی' پر میرا دل ہے کہ یہ پڑوس پنا اب رشتے داری بن جائے۔ تجھے کوئی تراض تے نئیں؟"

"نہیں' نہیں ابا۔ بھلا کیوں ہو گا مجھے اعتراض؟" اس نے فوراً" ہی اپنی طرف سے ہاں اس لیے بھی کر دی تھی کہ ابا کا مزاج بدلتے دیر نہیں لگتی تھی۔

"بعد وچ کوئی مسئلہ نہ کریں پتری۔ سوچ لے تیری طرفوں ہاں سمجھاں؟" ابا نے پورے چہرے سے بات کرتے ہوئے آنکھوں سے فل اسٹاپ لگایا۔

"ابا آپ کی خوشی میری خوشی۔ اور مجھے چاہیے صرف آپ کی خوشی۔" سرخ ہوتے چہرے کو چھپاتے ہوئے وہ بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی۔ آج اسے زندگی کی وہ خوشیاں ایک ساتھ ملی تھیں اور اب اسے ابا پر بے حد پیار آنے لگا اور اسے لگا کہ ابا اس دنیا کے سب سے خوش مزاج انسان ہیں ایسے جو صرف اپنے مزاج پر خوش ہوتا ہو۔

☼ ☼ ☼

"ارے علی تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو؟ جانا نہیں ہے کیا کالج؟" چینا خالہ کے چہرے پر چھڑکاؤ کرنے کے بعد لوٹی تو اسے وہیں کھڑا دیکھ کر حیران ہوئی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ علی چندا کے نیچے اترنے کا انتظار کر رہا ہے اس چندا کا جواب تک کالج پہنچ بھی چکی تھی۔

"نہیں وہ آپی دراصل۔ میں خالہ کو دیکھ دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اگر خواتین کا بس چلے تو برتن کپڑے بھی گروی رکھ کر میک اپ خرید لائیں۔"

"کیا مطلب ہے؟ تم میری بے عزتی خراب کر رہے ہو۔" خالہ نے ہتک عزت جیسا جملہ بولنے کی کوشش کی۔

"سچ کہہ رہا ہوں آپی' جتنا خرچہ خواتین کے میک اپ پر ہوتا ہے اتنا ملک میں کہیں نہیں ہوتا۔" علی نے ایک نظر ان سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے چندا کی آمد متوقع تھی مگر پھر نظریں جھکا کر خالہ اور چینا کو دیکھنے پر ہی اکتفا کیا۔

"ارے تو جتنا تم مرد ہم لڑکیوں کے بارے میں

سوچتے ہو۔ اتنا کبھی ملک کا بھی سوچا ہوتا ناتو آج یہ حالات نہ ہوتے؟" خالہ کے بولنے کے انداز سے واضح تھا کہ ان کے چہرے کی جلن اب زبان تک منتقل ہو چکی ہے۔

"اور ویسے بھی آج اگر ہم اتنے جتن کرتی ہیں ناتو صرف اور صرف تم لوگوں کی خوشی کے لیے' ورنہ جھریوں سے تو گھبرانا ہم نے سیکھا ہی نہیں۔ اگر کسی دوسرے کے چہرے پر ہوں۔" خالہ نے بات کا آخری حصہ نہایت آہستگی سے مکمل کیا۔

"اور میری تو خواہش ہے کہ اگر لازمی سب نے بوڑھا ہونا بھی ہو تو میں سب سے کم عمر بوڑھی ہی نظر آؤں۔ وہ کہتے ہیں ناکہ۔ "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دُم نکلے۔" خالہ نے زبر کو پیش میں بدلا بھی اور اس پر قائم بھی رہیں۔

"خالہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دَم نکلے۔" چینا نے درستگی کی تو لگا جیسے ان کی تو دُم پر ہی پاؤں آگیا ہو۔

"ارے واہ روز خبریں دیکھتی ہو' اتنا نہیں پتا کہ آزادی اظہار رائے کا دور ہے میرا جو بھی جی چاہے گا میں کہوں گی۔ یہ میری مرضی ہے کہ خواہش پر دُم نکالوں یا کسی کا دَم۔"

"چینا صرف خبریں دیکھتی ہی ہے۔ نہ سنتی ہے نہ پڑھتی۔" بات کرتے کرتے چینا کی نظر علی پر پڑی جو سیڑھیوں کی طرف سر اٹھا کر کھڑا تھا۔

"چینا نہیں پڑھتی' مگر تم تو کچھ پڑھ لو نا۔ یہاں کیوں زرافہ بنے کھڑے ہو۔"

"وہ آپی دراصل میں سوچ رہا تھا کہ نوٹس کا کیا کروں گا؟"

"کمال ہے اتنا تو پرانے زمانوں میں لوگ کالے کوٹس کا سوچ کر پریشان نہیں ہوتے تھے جتنا تم نوٹس کے لیے ہو رہے ہو۔"

خالہ نے ہاتھ میں پکڑے شیشے میں آئی ابرو چڑھا کر ان کے کمانی ہونے کی یقین دہانی کی۔

"وہ دراصل اب ہمارے چیئرمین بھی اکثر کالج میں ہوتے ہیں نا اس لیے ذرا ڈر رہا تھا۔"

"حد ہو گئی علی' تم جایا ہی اس وقت کرو جب وہ چیئرمین کے بجائے واک مین ہوتے ہیں۔ ویری سمپل۔" چینا کمرے سے لڑیاں اٹھا لائی تھی جنہیں کلینک کی دیواروں پر لگا کر شادی دفتر کا تاثر دینا تھا۔

"اور تم تو ہو بھی تھرڈ کلاس نا۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔" خالہ بھی شیشہ رکھ کر چینا کے پاس آکر لڑیاں سیٹ کرنے لگیں۔

"خالہ میں تھرڈ ایئر میں ہوں' تھرڈ کلاس نہیں ہوں' حد ہو گئی یعنی آپ نے تو انگریزی بولنے میں ہماری ایکٹرسز اور کرکٹرز سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔" وہ زچ ہو چکا تھا۔

"ہاں تو پیچھے ہی چھوڑا ہے ناخود سے آگے تو کسی کو نکلنے نہیں دیا نا... اور میں تو کہتی ہوں کہ جس طرح میں الف ب بھی انگریزی میں پڑھتی ہوں اس طرح اردو زبان تو ہونی ہی ساری انگریزی میں چاہیے تاکہ دو چار "ورڈ ورتھ" تم لوگ بھی سیکھ لو۔"

"ارے خالہ' انگریزی زبان سے تو ہماری نوجوان نسل کو اتنی محبت ہے کہ راتوں کو نیندیں قربان کر کے بھی سنیما جا کر فلمیں انگریزی ہی دیکھتے ہیں۔" چینا کی بات ابھی ٹھیک سے ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ضمیر بھائی ناک سے پھسلتی عینک واپس آنکھوں پر لگاتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے۔ عینک کے بار بار پھسلنے پر وہ قطعی طور پر شرمندہ نہ ہوئے کیوں کہ ان کا ماننا تھا کہ نظر پھسلنے سے نظر کا چشمہ پھسلنا کہیں بہتر ہے اور پھر جیسی بھی تھی عینک تھی تو ان کی اپنی نا' ورنہ تو کچھ لوگوں کا دنیا میں کچھ بھی اپنا نہیں ہوتا یہاں تک کہ فیس بک کی وال بھی۔ جس پر ہر بندے کی پوسٹ نظر آتی ہے سوائے اس کے جس کی وہ دراصل ہوتی ہے۔

"واہ چینا۔ یعنی تم یہاں بیٹھی ہو اور میں تمہیں کب سے آوازدے رہا ہوں۔"

"تو کیا چینا کی اپنی آواز سے کام نہیں چل سکتا جو تم مجھے اپنی بھی آواز دے رہے ہو۔" چینا نے اسٹریٹ لائٹ کی طرح خود پر جھکے ضمیر بھائی سے پوچھا۔

"آپی ضمیر بھائی تو آپ کو آواز تب دیں گے نا جب یہ اپنی فادری زبان میرا مطلب ہے خاموشی چھوڑیں گے۔" علی نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔

"علی تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو' گلاب جامن کے ڈبے میں پڑے شیرے جتنی اوقات نہیں ہے تمہاری۔ ہونہہ ہر وقت پڑا سوتا رہتا ہے اور باتیں سنو اس کی۔" ضمیر بھائی کو بھی غصہ آگیا تھا۔

"سوتے ہوئے بھی میں فارغ نہیں رہتا۔ بڑا آدمی بننے کے خواب دیکھتا ہوں اور اسی خواب کو مسلسل دیکھنے کے لیے سوتا ہوں۔ ورنہ نیند نہیں ہے مجھ میں۔" علی نے فوری جواب جاری کیا۔

"ضمیر تم نے چینا کے بھائی کو ڈانٹا... جاؤ چینا تم سے نہیں بولتی۔"

"اچھا واقعی؟" خوشی کے مارے ضمیر بھائی نے چشمہ اتار کر ہاتھ میں ہی پکڑ لیا تھا۔

"بڑی مہربانی بہت شکریہ۔ میں واقعی تمہیں مس کروں گا اور تمہاری یاد میں کسی خاتون مریضہ کے منہ میں تھرمامیٹر ڈال کر اسے خاموش نہیں کرواؤں گا۔"

"چینا تمہیں بالکل اس طرح نہیں جانے دے گی' دیکھو تو تمہاری باتوں سے کیسا منہ نکل آیا ہے اس کا؟"

چینا نے جو ضمیر بھائی کو خوشیاں منانے کی منصوبہ بندی کرتے محسوس کیا تو فوراً" خود ہی بول پڑی جس پر ضمیر بھائی کا مزا کرکرا ہو گیا تھا۔

"منہ نکل آیا ہے؟ کیا اس سے پہلے اس کی گردن پر پلیٹ ٹانگی ہوتی تھی جسے ہم آج تک منہ سمجھ رہے تھے۔" ان کا بس چلتا تو اس منہ کو فٹے منہ میں بدل کر رکھ دیتے۔

"تمہیں علی سے سوری کرنا ہو گی... بس چینا کو کچھ نہیں پتا۔"

"کوئی نئی بات کرو چینا' یہ تو سب کو پتا ہے کہ تمہیں کچھ نہیں پتا۔" خالہ نے لڑیوں کو قطار میں رکھا۔

"اور ضمیر تم سوری کر ہی لو تو بہتر ہے ورنہ پتا ہے نا چینا کو ٹینشن ہو گئی تو کتنی دیر تک شاپنگ کرتی رہے گی۔" خالہ نے ممکنہ خدشے سے آگاہ کیا تو ضمیر بھائی گویا کرنٹ کھا کر علی کی طرف بڑھے تو علی چہرے پر مزید مسکینی طاری کیے وہاں کھڑا تھا۔ جو ضمیر بھائی کے نزدیک جانے پر چڑانے والے تاثرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ضمیر بھائی نے قریب جا کر اسے گلے لگانے کا ارادہ کیا مگر چونکہ چینا اور خالہ ان کی عقب میں تھیں اس لیے دانت پیستے ہوئے بولے۔

"اتنا تیز بندہ میں نے کہیں نہیں دیکھا جتنے تم ہو۔"

"تیز؟ آپ نے مجھ سے سبزی کاٹی ہے کیا؟" علی کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔

"سبزی کیا دل تو چاہ رہا ہے تمہیں ہی کچا بلکہ کاٹ کے کھا جاؤں۔"

"ارے نہیں ضمیر بھائی ایسا نہ کیجیے گا ورنہ خوامخواہ مجھے پیٹ میں چودہ ٹیکے لگوانے پڑ جائیں گے۔" علی کا منہ جو کہ چینا کی طرف تھا اس لیے وہ مسکراتے ہوئے' مگر آہستگی سے جواب دے رہا تھا جبکہ چینا اس قدر سلو سروس پر بول ہی پڑی۔

"ضمیر اب کرو بھی نا' چینا کب سے انتظار کر رہی ہے۔"

"کیا کروں؟" ضمیر بھائی نے ایک مرتبہ پھر علی کو دیکھا انداز ایسا تھا جیسے سامنے سے آتے جلوس کو دیکھ رہے ہوں۔

"سوری۔" چینا نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

"او اٹس او کے' نو پرابلم۔" ضمیر بھائی مسکراتے ہوئے چشمہ لگا کر واپس پلٹے۔

"ضمیر! چینا تمہیں کہہ رہی ہے۔" چینا نے حیرت سے انہیں مڑتے ہوئے دیکھا۔

"ہاں تو مجھے پتا ہے نا' میں نے کب کہا کہ خالہ کو سوری کہہ رہی ہو۔"

"اف' کاش چینا تمہیں برا کہہ سکتی۔" چینا کی جھنجلاہٹ کے دوران خالہ نے اشارے سے ضمیر بھائی کو بتایا کہ انہوں نے علی کو سوری کہنا تھا سو بادل ناخواستہ انہیں علی کو سوری کہنا ہی پڑا مگر اس کے بعد وہ وہاں رکے نہیں اور بڑبڑاتے ہوئے اپنا سابقہ کلینک اور ایک دو روز میں متوقع شادی دفتر کی طرف بڑھ

گئے۔

"ہونہہ۔۔۔ اچھے بھلے جینے کو عذاب بنا کے رکھ دیا ہے۔" چینا نے ضمیر سے سوری تو کہلوا دیا تھا، لیکن اس کا یوں منہ بنا کر جانا بھی اسے کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ سو اس کے پیچھے پیچھے ہی ہاتھ میں لڑیاں لیے نکل گئی۔ ارادہ تھا کہ ساتھ ہی کلینک کی اندرونی دیواروں پر یہ لڑیاں بھی ٹانگ دی جائیں، لیکن خالہ کو جس طرح ضمیر بھائی کے جاتے ہی جوش آیا تھا وہ علی کے لیے حیران کن تھا۔

"آجاؤ علی، کچن میں چلتے ہیں۔"

"کیوں خالہ۔ یہاں جگہ نہیں ہے آپ کے چلنے کی؟" وہ پہلے ہی اب تک چندا کے نہ آنے پر چڑا ہوا تھا۔

"تم نے سنا نہیں ضمیر کہہ رہا تھا اچھے بھلے قیمے کو کباب بنا کے رکھ دیا ہے۔۔۔ آؤ مل کے کھاتے ہیں۔"

"نہیں تھینک یو، آپ کھائیں اور کھاتے ملتے ہیں۔" چندا کا مزید انتظار کا ارادہ ترک کرکے آخر کار وہ کالج کے لیے گھر سے نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

پروفیسر ہی جب آتے ہوں ہفتہ وار کالج میں
تو لو نچا کیوں نہ ہو تعلیم کا معیار کالج میں
مجھے ڈر ہے کہ ہم دونوں کہیں سدھی نہ بن جائیں
تیری گلنار کالج میں میرا گلزار کالج میں

چندا کو اپنے ساتھ کالج کی راہداریوں میں چندہ اکٹھا کرنے والوں کی طرح گھومتا ہوا دیکھتا علی آوارگی میں حد سے گزرنے ہی لگا تھا کہ دیکھا وہ اپنے ہی کالج کے سامنے موجود ہے اور آج تو ویسے بھی اسے چندا کے ڈیپارٹمنٹ میں جانا تھا اس لیے سیدھا اسی کے ڈیپارٹمنٹ کی کینٹین میں جا پہنچا یوں بھی طبیعت کچھ گھبرا رہی تھی سو رنگین آنچلوں کی بہار سے بہلنے کے لیے کینٹین سے اچھی جگہ اسے کوئی سمجھ نہیں آتی تھی اور کینٹین ہی ایسی چیز تھی جس کی بدولت علی اور اس جیسے اسٹوڈنٹس سردی گرمی دھند بارش کی پروا کیے بغیر پورے وقت پر گھر سے نکلتے تھے۔ پاکستانی شکل پر امریکی شغل کرنے والے یہ طالب علم کسی بھی موضوع پر باتیں اس روانی سے کرتے ہیں گویا خبریں پڑھی جا رہی ہوں، کالج یونیورسٹی میں پردے کے اس قدر حمایتی ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھتے ہی اچھی لڑکیاں رستہ بدل لیتی ہیں کیوں کہ ان کے خیال میں کالج یونیورسٹی کا تقدس اور احترام ہر صورت لازم ہے اس لیے یہاں جس جس نے جو جو کچھ بھی کرنا ہو وہ پردے میں کرے اور پردے میں ہی رکھے۔

لڑکیوں کو ان کے سامنے جو بھی کچھ کہا جائے دوستوں میں ہر لڑکی کو اس کی خصلت کی وجہ سے پکارا جاتا ہے پر کٹی، جنگلی بلی، ہنی، چڑیل، ناگن، شیرنی وغیرہ سب ہی ان کی کلاس فیلوز کے ایسے نام ہیں جنہیں یہ سب دوست آپس میں استعمال کرتے ہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے اور شاید اس وقت ایک کونے میں رکھی میز کے گرد بیٹھی لڑکیاں بھی کچھ اسی قسم کی باتیں کر رہی تھیں۔ (یہ اندازہ علی نے ان کے مسکرانے کے انداز سے لگایا تھا۔)

میز کے گرد رکھی کرسیوں میں ایک ابھی تک خالی تھی سو علی ان کے پاس جا کر کھڑا تو ہو گیا، لیکن مجال ہے جو کسی نے ویٹر برابر بھی توجہ دی ہو، لہٰذا اسے خود بول کر انہیں اپنی جانب متوجہ کرنا پڑا۔

"ہیلو۔۔۔ کیا میں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"پتا نہیں۔۔۔" ایک لڑکی نے اسے سر سے پیر تک دیکھا تو علی کا رنگ اس جنتی پھل جیسا ہو گیا جسے کھا کر ہی جد امجد کو دنیا میں بھیجا گیا۔

"آپ بیٹھ کر دیکھ لیں، کہیں ٹانگوں میں کوئی راڈ تو نہیں ڈلی ہوئی۔۔۔ جو آپ کو یقین نہیں آ رہا کہ بیٹھ سکتے ہیں کہ نہیں۔" لڑکی نے شرارتاً کہا تو علی کو یقین ہو گیا کہ یہ لڑکی کلاس میں کم ہی جاتی ہوگی، کیوں کہ جس طرح کا اس کے بولنے کا انداز تھا جہاں یہ ہوتی ہوگی کلاس خود وہاں آجاتی ہوگی۔

"ارے نہیں نہیں میرا مطلب تھا کہ میں یہاں بیٹھ جاؤں؟" علی نے اس کے ساتھ کھلی کتاب کی

طرح بیٹھی لڑکی کو یوں دیکھا جسے عام طور پر لڑکیاں لڑکوں کو دیکھتی ہیں یعنی چھپ چھپ کر مگر مکمل دل سے۔

"وہاں شیور کیوں نہیں۔ بیٹھیں نا۔" اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا ہوا بیٹھتا وہ کرسی کوئی اور اٹھا کر لے گیا سو علی کھسیاہٹ کا شکار ہو کر بولا۔

"چلیں رہنے دیں آپ تکلف نہ کریں' میں کھڑا ہوا ہی ٹھیک ہوں۔" علی جیسا تیز لڑکا سامنے موجود چار پانچ لڑکیوں کے سامنے یوں بھیگی بلی بنا کھڑا تھا۔ ضمیر بھائی دیکھ لیتے تو ان کے سینے کی جلن بھی دور ہو جاتی اور صرف علی ہی نہیں اکثر لڑکے جو گھر میں تمام اہل خانہ پر اپنا رعب و دبدبہ رکھنے میں خاندان بھر میں مشہور ہوتے ہیں وہ باہر ہمیشہ انجانی لڑکیوں کے سامنے اسی طرح بچھے چلے جاتے ہیں۔ اس بات کا احساس کیے بغیر کہ جن نظروں سے وہ باہر راہ چلتی لڑکیوں' آفس میں کام کرتی کولیگز یا ساتھ پڑھتی کلاس فیلوز کو دیکھتے ہیں ان کی اسی ایک نظر کی منتظر کوئی ان کے اپنے گھر میں بھی موجود ہے۔ جتنی شائستگی' اخلاق اور خلوص کا اظہار وہ فیس بک پر انجانی لڑکیوں کے لیے کرتے نہیں تھکتے' اسی لہجے' اسی انداز اور اسی شگفتگی کی آس دل میں لیے کوئی اپنا ان کے گھر میں بھی موجود ہے۔ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو فیس بک پر کسی لڑکی کے sick Feeling لکھ دینے پر ایک ایک گھنٹے بعد اسے ان باکس میں پھول بھیجتے اور طبیعت پوچھتے نہیں تھکتے۔ ہاں اگر گھر میں کوئی بیمار پڑا ہے تو ان کی بلا سے۔

البتہ غیرت مند اس قدر ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک ان کی بہن سب کی بہن اور سب کی بہن بھی ان کے سوا سب کی ہی بہن ہوتی ہے اور اسی بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی غیرت کی وصفت ہے یعنی ہے تو ضرور' لیکن ہے بے چاری لنگڑی!

خود کو تہذیب یافتہ اور با اخلاق ثابت کرتے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ قریب ہی دوسری میز پر بیٹھے شرافت نے بھانپ لیا کہ یہ لڑکا اس ڈپارٹمنٹ میں نیا ہے جب ہی فلمی ہیروئین کے ساتھ موجود ایکسٹراز کی طرح اپنے آگے پیچھے کھڑے لڑکوں کو ساتھ لے کر علی کی طرف بڑھا اور اسے دیکھتے ہی وہ سب لڑکیاں اپنی اپنی چیزیں سنبھال کر وہاں سے اٹھ گئیں۔ تو وہ علی کو غور سے دیکھنے لگا ایک تو اتنی پیاری پیاری لڑکیوں کے یوں ایک دم اٹھ جانے کا غم تھا دوسرا یہ شرافت نامی بلا' علی کو غصہ آگیا۔

"یہ آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں جیسے سپر پاور ترقی پذیر ملکوں کو دیکھتا ہے؟" جواب میں کچھ بھی کہنے کے بجائے شرافت نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو ایک بولا۔

"ارے یہ اس کالج کے دادا ہیں۔ دادا۔"

"کالج کے دادا؟ یعنی اسکول کے باپ تو پھر آپ کافی کم عمری میں ہی بن گئے ہوں گے نا؟" شرافت نے دائیں بائیں کھڑے اپنے خوشادیوں کو سلام پھیرنے کے انداز میں دیکھا تو وہ تین لڑکے اسے بارات والے دن کی دلہن کی طرح پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔

"ارے یار تم نے چائے ہی پلانی تھی تو وہیں پلا دیتے نا۔ یہاں تنہائی میں بلانے کی کیا ضرورت تھی؟" اسی دوران پاکستان میں ہوتی ترقی کی رفتار سے چلتا ہوا شرافت بھی آن پہنچا۔

"چلو اب جلدی سے ہم سب کے لیے کچھ آرڈر دو۔"

"آرڈر اور میں؟ اجی چھوڑیں جانے بھی دیں' جو ہوا سو ہوا۔" علی مسکرایا۔

"میں کہتا ہوں آرڈر دو تو آرڈر دو۔ سنا تم نے؟" شرافت کی آواز میں موجود گھن گرج ایسی تھی کہ علی کو لگا اب آرڈر دیے بغیر معاملہ نمٹنے والا نہیں ہے۔

"مناسب تو نہیں لگ رہا' لیکن آپ سب ضد کر رہے ہیں تو ایسا ہی سہی۔" علی نے ایک نظر اپنے سامنے موجود اس گینگ کو دیکھا اور پھر لحہ بعد میں اس کے لہجے کی ٹون ہی بدل گئی انداز میں ایک دم حاکمیت در آئی تھی۔

"اے موٹے' چلو اٹھو میرے لیے کچھ کھانے پینے

کا سامان لاؤ۔۔۔ اور تم اے۔۔۔ شر اور آفت کے پتلے شرافت' تم اس ٹیبل کی ساری۔۔۔" اتنی بات کرتے ہی شرافت نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔

"تمہیں کہا ہے کہ کھانے کے لیے آرڈر دو۔"

"ارے میں نے کہا نا شرافت صاحب مجھے کسی کو آرڈر دینا بالکل پسند نہیں ہے اور خاص طور پر کینٹین میں تو بالکل بھی نہیں۔" علی جانتا تھا کہ آرڈر دینے کے بعد سارا بل بھی اسی کو دینا پڑے گا اسی لیے جان بچا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ سیدھی طرح سے نہیں مانے گا بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور کرنا پڑے گا۔" شرافت نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا جنہیں اختلاف کرنے کی اجازت اور جرات دونوں نہیں تھیں۔

"ارے نہیں نہیں' دیکھو میرے ساتھ کچھ ایسا ویسا نہ کرنا اور۔۔۔ اور یہ کچھ اور جو ہے نا یہ کہا کچھ اور جاتا ہے' سمجھا کچھ اور' لکھا کچھ اور پڑھا کچھ اور۔۔۔ اور۔۔۔ اور کیا کچھ اور۔" علی کو اب ان کے تیور خطرناک معلوم ہو رہے تھے اور وہ اس وقت کو پچھتا رہا تھا جب اس نے پہلے دن چندا کے ساتھ آنے کا سوچا۔

"کیا کچھ اور جاتا ہے؟ ہاہا یعنی کیا کچھ اور۔۔۔ ہمیں بھی تو بتا دو نا۔" شرافت ایک ولن کی طرح اس کی طرف بڑھا تو جانے کیوں علی کو اپنا آپ لڑکی لڑکی لگنے لگا اسے لگا کہیں یہ ابا کے ساتھ فون پر لڑکی بننے کی سزا تو نہیں ملنے والی۔

"دیکھو۔۔۔ تم۔۔۔ میں کہتا ہوں مجھ سے دور ہی رہنا ورنہ میں نے آج تک کسی کی غلط بات نہیں سنی۔"

"نہیں سنی؟ اس کا مطلب ہے شہزادے کے کان بند ہیں۔" علی حقیقتاً" ان سب کے حلیے اور چہروں سے ڈر رہا تھا' لیکن بظاہر بہادری کا اظہار کرتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا۔

"چلو بس بہت ہو گیا مذاق۔ اب ہٹو سامنے سے' کب تک ناجائز تجاوزات بنے رستہ روک کے کھڑے رہو گے۔" اور بس علی کا یہ کہنا تھا شرافت کا پارہ ہائی ہو گیا اور ایک بار پھر آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"ابے اوئے میونسپلٹی کے ٹرک۔۔۔ یہ ناجائز کسے کہا ہے تونے؟؟"

"وہ۔۔۔ تجاوزات کو۔"

"اور تجاوزات؟"

"تم سب کو اور کس کو۔" علی اپنا اعتماد بحال کرنے میں کامیاب ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"اوئے خبردار جو آج کے بعد تونے ہماری ذات کو نشانہ بنایا۔۔۔ تجلو۔۔۔ زات نہیں ہے ہماری ہم تو ماشاء اللہ خاندانی غنڈے ہیں' جدی پشتی ڈان!"

"ہاں دیکھنے میں لگتے بھی ڈان ہی ہو۔۔۔ ڈان رس" علی نے اس کی نسوانی جسامت پر طنز کیا تو اس سے زیادہ ساتھیوں کو غصہ آیا۔

"واوا۔۔۔ یہ کچھ زیادہ ہی صحافی نہیں بن رہا' جو منہ میں آتا ہے بغیر سوچے سمجھے بولتا جاتا ہے۔"

"ابے بولنے دے اسے۔۔۔ جب بول بول کر پکا صحافی بن گیا نا تو ایک لفافہ لادوں گا اسے بھی۔۔۔ بس چپ چاپ کھیلتا رہے گا اسی سے' فی الحال تو اسے لے چلو۔"

شرافت کے آرڈر پر اس کے ساتھی دائیں بائیں سے بازو پکڑ کر اسے چلنے کا اشارہ کرنے لگے۔ جس پر علی نے مدد طلب نظروں سے کینٹین میں موجود دوسرے لوگوں کو دیکھا اور مدد طلب انداز میں بولا۔

"یار دیکھو' یہ لوگ دن دہاڑے غنڈہ گردی کر رہے ہیں' تم لوگ کچھ تو بولو۔۔۔ میری تھوڑی سی مدد ہی کر دو۔۔۔ یار خدا کا واسطہ ہے اپنے پاکستانی ہونے کا ثبوت دو۔"

علی کا خیال تھا کہ وہ انہیں جذباتی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور یقیناً" وہ سب اس شرافت کے پیچھے پڑ جائیں گے' لیکن ان سب نے اسے ایک نظر دیکھا پھر شرافت اور اس کے ساتھیوں پر نظر ڈالی اور چند آہستگی سے وہاں سے نکل گئے اور باقی حسب سابق اپنے اپنے کاموں میں مگن ہو گئے۔ جس پر یقینی طور پر شرافت اینڈ کمپنی کا قہقہہ تو بنتا تھا۔

"دیکھ لیا نا۔۔۔ آج کل یہی ہے پاکستانی ہونے کا

ثبوت' لوگ ایکسیڈنٹ دیکھ کر نہیں رکتے تیرا خیال تھا تجھے دیکھ کر رک جائیں گے؟ ہاہاہا آیا بڑا ایشوریہ رائے۔" شرافت اور اس کے ساتھیوں کے بلند قہقہے نے علی کا لی پی لو کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہاں کی چندا کون چندا کیسی چندا۔ اس وقت تو اسے صرف تالی یاد آرہی تھیں وہ بھی سفید لباس پہنے۔

☆ ☆ ☆

لڑکے لڑکیوں کے عمدہ رشتے یہاں سے ملتے ہیں
یہ دیکھیے کہ البم میں لگا رکھی ہیں تصویریں
نظر جس پہ بھی ڈالیں ہم رشتہ اس کا کروا دیں
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ضمیر بھائی نے شادی دفتر کے لیے ایک بورڈ تیار کروایا تھا اور تکرار ہاؤس کے بائیں سائیڈ پر عین اس جگہ لگوایا جہاں کل تک ان کے کلینک کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اب وہ خوش تھے کہ کل سے ان کا شادی دفتر اسٹارٹ ہونے والا ہے۔ سو تیاریاں ہر لحاظ سے مکمل تھیں' لیکن لاؤنج میں قدم رکھتے ہی انہیں اندازہ ہوا کہ وہ تو بے شک تمام تیاریاں نبٹا آئے ہیں' لیکن خالہ اور شاید چینا کی تیاریاں ابھی تک مکمل نہیں ہوئی تھیں کہ خالہ عین ٹی وی کے سامنے بیٹھی چہرے کی ایکسرسائز کچھ اس طرح کر رہی تھیں کہ منہ کو آخری حد تک پھلا کر دو تین سیکنڈز کے بعد ایک دم یوں بغیر بتائے ہی کھول دیتیں کہ منہ سے "ہا" کی آواز نکل آتی۔ ضمیر بھائی نے ایک دو مرتبہ بڑی ناگواری سے دیکھا' لیکن پھر برداشت نہ ہوا تو بولے۔

"خالہ بس کریں۔"

"بس کیوں؟ تم بھی کر لو نا۔ ہم چار ہی تو لوگ ہیں۔" خالہ نے ایک بار پھر منہ پھلانے سے پہلے اتنے سکون سے جواب دیا کہ خود ضمیر بھائی کو سوچنا پڑا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے کہیں جانے کا پلان ہو اور وہ بھول گئے ہوں۔ مگر پھر خالہ کی ذہنی حالت دیکھ کر سمجھ گئے کہ انہوں نے جو کہا وہ کیوں کہا۔

"خالہ میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ پلیز یہ غبارے پھلانا چھوڑ دیں۔"

"تو کیا تم پھلاؤ گے؟ ارے بھئی شادی دفتر کھول رہے ہیں ہم کوئی مذاق نہیں ہے یہ۔ لوگ آئیں گے تو یقینی طور پر مجھے بھی دیکھیں گے' بس اسی لیے اپنے منہ کو ایکسٹرا سائز کروا رہی ہوں۔"

"لیکن آپ خود ہی کیوں اسے ایکسٹرا سائز کروا رہی ہیں۔ منہ چھوٹا پڑ گیا تھا تو جا کر درزی سے جوڑ ڈلوا لیتیں۔" ضمیر بھائی جی بھر کر بے زار ہوئے تھے سو انہی کی طرح ایکسٹرا سائز ہی کہا۔

"ضمیر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم جل رہے ہو۔" انہوں نے منہ میں ایک مرتبہ پھر آخری حد تک ہوا بھری تو ان کی شکل خوف ناک سے عبرت ناک لگنے لگی۔

"ارے میں کیوں جلوں گا خالہ۔ آپ بھی نا۔"

"میں نے سنا ہے کہ مرد کی جیب اور میری طرح نو عمر لڑکیوں کی گالیں بھری بھری ہوں نا تو وہ سب کو ہی کیوٹ لگتی ہیں۔ بس اسی لیے اپنا منہ پھلا کر کوشش کر رہی تھی کہ میرے منہ کا بھرا بھرا تاثر جائے۔" خالہ نے اندر کی بات بتائی تھی۔

"اور ساتھ ساتھ ان فیشن زدہ لڑکیوں کے لیے یہ بھی مشورہ ہے جنہوں نے نمبرون پر آنے کے لیے فاقے کر کے اپنا وہ حشر کر لیا ہے کہ گال تک پچک گئے ہیں اور آنکھیں قحط زدگان کی طرح اندر کو دھنس گئی ہیں۔"

"ارے خالہ وہ تو شکر کریں آپ لوگ کہ ہم مردوں نے میک اپ بنا دیا' ورنہ تو کوئی نظر بھر کر دیکھتا بھی نہیں۔" ضمیر بھائی کے کریڈٹ لینے کی کوشش کے عین دوران چینا بھی چہرے پر کوئی کریم ملتی اندر آئی اور فٹ سے بولی۔

"اس لیے کہ لوگ ہمیں نظر بھر کر دیکھنے کی ہمت ہی کہاں رکھتے ہیں وہ تو بس جی بھر کر دیکھنے کی کوشش میں ہماری نظر اتارتے رہتے ہیں۔"

"اچھا ہوا چینا تم آ گئیں' یہ ذرا چینل تو ایکسچینج کرو۔"

"ضمیر تم کیا دیکھ رہے ہو... یہ ڈاکومنٹری؟"
ریموٹ سے چینل چینج کرنے سے پہلے چینا نے یونہی پوچھا۔

"یہ ہمیشہ ڈاکومینٹری کے اوپر ہی کیوں ہوتا ہے ضمیر؟" خالہ نے پوچھا تو ایسے تھا جیسے ڈاکومینٹری پر نہ ہوتا تو آج اس جگہ ان کا بنگلہ ہوتا۔

"کیا تا ایک تھا اس ڈاکو مینٹری کا؟" چینا نے ضمیر کی اتنی دلچسپی دیکھ کر پوچھا تو وہ بولے۔

"جہیز ایک..." بات ادھوری چھوڑ کر انہوں نے لاؤنج کی تمام دیواروں پر علی کی تصویر ڈھونڈی اور پھر ایک خوب صورت سی فوٹو پر نظر پڑتے ہی جملہ مکمل کیا۔

"لعنت ہے۔" بات کا ختم ہونا تھا کہ چینا کی نظروں کے تیکھے وار نے وضاحتی بیان بھی جاری کروا دیا۔

"وہ دراصل میرا مطلب یہ تھا کہ لڑکے والوں کو منہ مانگا جہیز دینے سے بہتر ہے کہ بندہ انہیں سال بھر کی زکوٰۃ ہی دے دے... ہے نا چینا؟" ضمیر بھائی نے بات کرتے ہوئے چینا اور خالہ کو اپنی حمایت میں سر دھنتے دیکھا تو مزید بولے۔

"اور اگر لڑکے والے جہیز لینے سے صاف منع کردیں، مگر پھر بھی زبردستی انتہائی گھٹیا کوالٹی کا جہیز دیا جائے تو پھر تو اس آنے والے جہیز پر لعنت ہی ہوئی نا۔" ضمیر بھائی نے ایک بار پھر گردن موڑ کر علی کی تصویر دیکھی اور دانت کچکچانے لگے۔

"ہاں بالکل ہوئی کیوں نہیں... ویسے بھی چینا کو لگتا ہے کہ ہم سب لوگ آج کل جس چیز میں خود کفیل ہوتے جارہے ہیں نا وہ ہے لعنت اور گالی... سیاست ہو یا کوئی اور موضوع جہاں کسی نے اختلاف کیا پہلے اسٹیپ کے طور پر وارم اپ ہونے کے لیے سب سے پہلے لعنت ہی دے کر سامنے والے کے زور بازو اور برداشت کو آزمایا جاتا ہے... گالی کی باری اس کے بعد آتی ہے اور جب آتی ہے تو ایسی ایسی گالیاں دی جاتی ہیں کہ دسمبر میں پسینہ آجائے۔ سامنے والے پر ہاتھ اٹھائے بغیر انگلی اٹھاتے ہیں اور ایسی اٹھاتے ہیں کہ شریف لوگوں کی تو نظریں جھکا دیتے ہیں۔"

ضمیر بھائی نے مکمل صبر اور حوصلے کے ساتھ چینا کی بات سنی بھی اور تائید میں سر بھی ہلاتے رہے، کیوں کہ بیوی سے بحث میں ہار جانا تو ٹھیک ہے، لیکن جیت جانا یقینی طور پر کسی معرکے کا ہی پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اس لیے اکثر اوقات بحث و مباحثے میں عقل مند حضرات اپنی بیویوں کو بلا مقابلہ ہی جیتوا دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ دنیا کے پچاس فیصد شادی شدہ حضرات اپنی بیویوں سے ڈرتے ہیں اور باقی پچاس فیصد اس بات کا پبلک میں اقرار نہیں کرتے۔

اسی دوران فون کی بیل بجی تو چینا کریم لگانے کے بجائے ملنے کا عمل ترک کرکے فون کی طرف بڑھی دوسری طرف مسز بشیر تھیں جو چینا سے اپنی بیٹی کے متعلق بات کرنا چاہ رہی تھیں۔

"کمال ہے مسز بشیر، ہم روزانہ اربوں روپے کا قرضہ بڑھنے پر اتنے پریشان نہیں ہوتے جتنا آپ اپنی بیٹی کی عمر بڑھنے پر پریشان ہو رہی ہیں... ایسا کریں اسے میک اپ کے تلے تلے چھپا دیں تاکہ بڑھتی عمر کا اندازہ نہ ہو اور جہاں تک بات کا رشتے کی تو وہ آپ کو چینا ڈھونڈ دے گی۔"

فون رکھ کر چینا پلٹی چہرے پر خوشی اس لیے بھی زیادہ تھی کہ ابھی شادی دفتر کھلا بھی نہیں تھا اور پہلا کلائنٹ آ بھی گیا تھا۔

"چینا ایک بات سمجھ نہیں آئی۔" خالہ نے تشویش بھرے انداز میں کہا تو چینا اور ضمیر بھائی دونوں متوجہ ہوگئے۔

"اگر انہیں رکشہ نہیں مل رہا تو تمہیں کیوں فون کیا؟"

"خالہ وہ رکشے کے لیے نہیں اپنی بیٹی کے لیے رشتے کی وجہ سے پریشان تھیں۔" اتنی سنجیدگی سے اتنی بے تکی بات کرکے خالہ نے چینا سمیت ضمیر بھائی کو بھی بدمزا کر دیا تھا اسی لیے وہ ان کے مزید فرمودات سننے کے لیے رکے نہیں اور کمرے سے نکل گئے۔

☆ ☆ ☆

چندا تو آج گھر پر تھی نہیں' اس لیے دوپہر کا کھانا بھی نہیں بن سکا تھا سو ابا نے آسانی تلاش کرتے ہوئے ہلکے قدموں سے واک کرتے ہوئے ایک جگہ سے نیاز کا شاپر لیا اور گھر بیٹھ کر سکون سے کچھ کھایا اور کچھ رات کے لیے رکھنے کو فریج کھولا' تو یاد آیا کہ صبح چندا نے جو آدھ کپ چائے زیادہ بنا دی تھی وہ اب تک فریج میں رکھی ہے لہٰذا وہ کپ نکالا اور چونکہ موسم گرمی کا ہی تھا اس لیے یہی سوچ کر چائے گرم نہیں کی کہ کہیں زیادہ گرمی نہ لگ جائے۔ ہمیشہ کی طرح چائے ختم کرنے کے بعد اس میں ڈیڑھ گھونٹ پانی ڈال کر کھنگالنے کے انداز میں ہلایا اور وہ بھی پی کر کپ دھلے ہوئے برتنوں کی صف میں شامل کر دیا۔

ان کے نزدیک اس عمل سے وہ ایک تیر سے دو شکار کیا کرتے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ اسی پانی سے کپ بھی دھل جاتا اور ان کی پیاس بھی ختم ہو جاتی اور وہ بھی یوں کہ کلی کرنے کی ضرورت بھی نہ رہتی اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی نچلے پورشن سے آنے والی آوازوں نے انہیں ایک بار پھر چونکا دیا۔ وہاں جتنی ہلچل تھی ابا کے دل میں اتنی ہی افسردگی اتر رہی تھی۔

فون پر امداد طلب لڑکی علیشا نے بھی اب ان سے کنی کترانی شروع کر دی تھی جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اب علی عرف علیشا کو چندا کا ساتھ حاصل ہو گیا تھا اس لیے اسے ابا کے ساتھ فلرٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور ابا کا تو شمار یوں بھی ان لوگوں میں ہوتا تھا جو کسی سے بھی محبت کرتے وقت ایک اور آپشن ضرور ساتھ رکھتے ہیں' تاکہ ایک سے کام بنتا نظر نہ آئے تو فوری طور پر وقت ضائع کیے بغیر دوسری طرف توجہ دی جا سکے۔ اور اب جب سے انہیں یہ شک ہوا تھا کہ چینا اور ضمیر بھائی خالہ کی شادی کروانا چاہتے ہیں تب سے عجیب بے چینی تھی اور اسی لیے انہوں نے چندا سے بھی مشورہ کیا تھا تاکہ ان کے اور ضمیر بھائی والوں کے تعلقات اتنے مضبوط ہو جائیں کہ پھر خالہ کو ان سے دور کوئی نہ لے جا سکے۔

یوں بھی چندا بھی اب عمر کے اس دور میں تھی جہاں یقیناً" اسے بھی کسی ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی۔ سو ابا تہبند سنبھال کر صوفے پر بیٹھے اور یوں بیٹھے کہ دیکھنے والے کو ان پر کسی عقل مند انسان کے سوچ میں گم ہونے کا گمان ہوتا۔

☼ ☼ ☼

علی اس وقت ایک ہال نما بڑے سے کمرے میں شرافت اینڈ کمپنی کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے دونوں اطراف موجود چوزے نما اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر علی کو یقین ہو گیا تھا کہ شرافت اور اس کے ساتھی ان کی طرح اسے بھی فرسٹ ایر فول سمجھ رہے ہیں حالانکہ اسے تو فول بنے عرصہ ہو چکا تھا اور اردگرد بیٹھے لڑکے اتنے معصوم تھے کہ شرافت کو ہی اپنا پیرو مرشد مان کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھ رہے تھے۔ یہ وہی لڑکے تھے جو یونیورسٹی میں سال دو گزارنے کے بعد اپنی پہلے سال کی وہ فوٹوز بھی چھپا دیتے ہیں جن میں وہ نرے معصوم کاکے لگتے تھے۔

"سنو' شرافت میرا یقین کرو میں یہاں پر نیا نہیں ہوں' بس اس ڈیپارٹمنٹ میں پہلی دفعہ آیا ہوں۔"

علی کے منہ سے اپنا نام سننے پر شرافت جو دھاڑا تو اس کی آواز میں اوپر والوں سے تعلقات کی گرج' انداز میں طاقت کا خمار اور بات میں اس کی اصلیت دکھائی دی' ویسے بھی گالی اور جگالی کچھ انسانوں اور جانوروں کی عادت میں شامل ہوتی ہے لہٰذا وہ بھی اپنی عادت سے بڑا سخت مجبور پایا گیا۔

"دادا... دادا کہتے ہیں سب مجھے' اور خبردار جو میرا نام لیا تو سر چھپانے کے لیے یہ بال بھی نہیں بچیں گے۔"

اس کی دھمکی پر علی نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر بال چھپائے اور اس کے قریب چلا آیا۔ "بال بچے ہی تو چاہئیں دادا حضور۔ مجھے گنجا بھی نہیں ہونا ورنہ

اتنی گرمی میں وگ لگانا کتنا مشکل ہو جائے گا۔"

"ابے کیا بہت سخت گرمی ہے باہر؟" علی کی کہی بات پر فوری یقین کرتے ہوئے شرافت نے اوپر کی شرٹ اتار کر ساتھی کی طرف پھینکی۔

"پتا نہیں دادا حضور۔ اتنی سخت دھوپ میں میری تو آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں کہ موسم دیکھتا۔" علی نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"ابے یار تجھ سے کس الو نے پوچھا تھا' چل بیٹھ جا کر۔ اور تو ادھر آ کے ایک پھونک سے یہ بلب بجھا۔" شرافت نے ایک کونے میں بیٹھے لڑکے کو ہلایا جو اس حد تک سہا ہوا تھا اگر کوئی ذرا سی اونچی آواز میں اسے ڈانٹتا تو یقیناً" وہ فنا ہو جاتا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اب پسینہ پونچھتا وہ شرافت کے سامنے منمنا رہا تھا۔

"دادا۔ وہ۔ پھونک سے بلب تو نہیں بجھ سکتا نا۔"

کیوں بے' کیوں نہیں بجھ سکتا؟ جب دو بوند بارش سے پہلے ہی ذرا سی تیز ہوا کے ساتھ سارے شہر کی بتیاں بجھ سکتی ہیں تو ایک پھونک سے یہ بلب نہیں بجھ سکتا؟ چل پھونک۔"

"بھاؤ بھاؤ۔ بھاؤ۔ بھاؤ بھاؤ" اپنے گھر' محلے کا متوقع تیس مار خان اچانک ہی کھڑے کھڑے بھونکنے لگا تو شرافت کا دل چاہا کہ کسی دیوار سے سر ٹکرا دے' اپنا نہیں' اس کا!

"ابے بھونکنے کا نہیں پھونکنے کا کہا تھا تجھے۔"

"دادا۔ پھونکنے سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔" وہ رونے کے قریب تھا۔

"تو کیا بھونکنے سے بجھایا جائے گا؟ کسی فیس بک کے شاعر کی بچی ہوئی چائے پی کر بالغ ہونے والے نو آموز شاعر صاحب۔" شرافت مکمل طور پر زچ ہو گیا تھا۔

"اچھا لے اب دیکھو۔" شرافت نے بلب کے نزدیک آ کر پھونک ماری اور ادھر سوئچ بورڈ کے قریب کھڑے اس کے ساتھی نے بٹن آف کیا تو سب ہی پھونک سے بلب کے بجھنے پر حیران رہ گئے۔

"اب بول ہوا کہ نہیں؟" شرافت نے فخر سے سینہ پھیلاتے ہوئے اتنے غرور سے دیکھا جیسے اس نے بلب نہیں بلکہ سرحدی باڈر پر پڑوسی ملک کی جارحانہ فائرنگ بند کروائی ہو۔

"یہ بلب تیری سستی' کاہلی' بزدلی اور نکمے پن کی وجہ سے اتنی دیر چل چل کر بجلی خرچ کرتا رہا' چل اب ٹیکس دے اور رسید لے۔"

شرافت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس نے جیب سے مطلوبہ رقم نکالی اور شرافت کے ساتھی کو ادا کرتے ہوئے سکون کی سانس لی۔ جس پر تھپکی دینے کے انداز میں اس کے پیچھے غیر محسوس طریقے سے اسٹیکر چپکا دیا گیا جس پر نمایاں لفظوں میں Paid Tax لکھا ہوا تھا۔

"دادا' جو شخص خود ٹیکس نہ دے اسے دوسروں سے ٹیکس لینے اور کہنے کا بھی حق نہیں بنتا۔" علی متوقع طور پر اپنی جیب سے بھی پیسوں کی رخصتی ہونے کے تصور سے بلبلا کر کھڑا ہوا تو باقی سب یہی سمجھے کہ وہ انصاف کے لیے آواز بلند کر رہا ہے۔

"ابے او ٹیکس کلکٹر۔ میں نے کبھی خود کو دوسروں سے الگ نہیں سمجھا' جس طرح باقی سب مجھے ٹیکس دیتے ہیں اس طرح میں بھی تو خود کو ہی دوں گا نا۔ ان سے الگ تھوڑا ہی ہوں بات کرتا ہے۔ ہونہہ۔"

"دادا اسے کچھ زیادہ ہی پرابلم ہے اسے تو اوور ٹیک کروائیں نا سب سے پہلے۔" ایک اکتائے ہوئے ساتھی کی بات شرافت کے دل کو لگی تھی سو اسے اپنے پاس بلایا اور بولا۔

"بہت باتیں آتی ہیں نا تجھے۔ چلو اس کے دونوں پاؤں باندھو تاکہ یہ ہمیں کیٹ واک کے ساتھ ساتھ بلی ڈانس بھی دکھائے۔"

"دادا حضور بلی ڈانس نہیں بیلے ڈانس۔" علی نے پیلی پڑتی رنگت کے ساتھ بھی درستگی کا عمل جاری رکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں پاؤں باندھ کر جو میوزک آن کیا گیا تو علی کو ڈانس کرتے ہی بنی۔

اس دوران باہر سے گزرتی چندا کو جو میوزک کی آواز آئی تو لحہ بھر رک کر دروازے کی جھری سے علی کو

ناچندا دیکھ کر حیران رہ گئی اور فوراً" دروازہ کھول دیا جہاں شرافت اینڈ کمپنی ہنس ہنس کر بے حال ہو رہے تھے۔ جیسے ہی اسے دیکھا تو جیسے سب ہی کی یادداشت واپس آگئی۔

"آپ... مجھے بلالیا ہوتا اپنے پاس۔" شرافت کی آواز میں اتنی نرمی تھی کہ علی بھی حیران رہ گیا۔

"دادا... یہ؟" چندا کے بات کرنے کے انداز پر علی سخت حیرت زدہ تھا کہ صرف چند ہی گھنٹوں پہلے آئی چندا کی اتنی اہمیت!

"کم از کم آپ تو مجھے دادا نہ کہا کریں چندا" شرافت نے ماموں کی دلہن کی طرح شرماتے ہوئے کہا تو چندا غنڈوں میں پھنسی رضیہ نما علی کو دیکھ کر بولی۔

"تو دادی کہا کروں؟ کیا ہے خیال آپ کا؟"

"دیکھو نا چندا۔ یہ دادا حضور نے مجھے بھی فول بنادیا۔"

"میں نے؟ ارے نہیں نہیں جھوٹ بولتا ہے یہ۔ پہلے ہی سے ایسا تھا۔" چندا کے سامنے اپنے کردار کو مشکوک ہوتا دیکھ کر شرافت منمنایا۔ تب تک علی کے پاؤں کھولے جا چکے تھے اور وہ اور چندا ان سب پر نگاہ غلط ڈال کر باہر جانے کے لیے مڑے۔

"انسان کہنے کے تو لائق ہی نہیں ہو تم سب" علی کی بات پر شرافت اینڈ کمپنی اسے مارنے کو دوڑے ہی تھے کہ وہ فوراً" بولا۔

"فرشتہ ہو فرشتہ!" اور بس پھر بات کر کے وہ رکا نہیں تھا بلکہ چندا کے ساتھ قدم سے قدم ملانے لگا اور صرف اس واقعے کا اثر زائل کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

"لیکچر ختم ہو گیا؟"

"جی نہیں اب ہر گھر میں شروع ہونے والا ہے اماں ابا کا لیکچر۔" مجال ہے جو پہلے روز چندا ذرا سی بھی نروس یا کنفیوز ہو۔ علی کو اسی بات پر حیرت تھی۔

"اچھا اگر مائنڈ نہ کرو تو ایک بات پوچھوں؟"

"اچھا مائنڈ نہ کرنے پر پوچھو گے ایک بات اور اگر مائنڈ کروں تو پوچھو گے کتنی باتیں؟" چندا کے جواب پر علی نے منہ بنایا تو وہ خود ہی بولی۔

"اچھا بابا پوچھو۔ بات کرنے کے تھوڑا ہی لگتے ہیں پیسے۔"

"اور اگر میں ثابت کروں کہ بات کرنے کے پیسے لگتے ہیں تو؟" علی کو موقع ہاتھ آگیا تھا۔

"تو ٹھیک ہے پھر یا تم مان لینا میری بات اور یا میں منوالوں گی اپنی بات۔"

"اوکے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ موبائل پر بات کرنے کے لیے کریڈٹ ڈلواتی ہو تو پیسوں کا ہی ڈلواتی ہو نا۔"

"ہاں تو..."

"تو یہ کہ پھر ثابت ہو گیا کہ بات کرنے کے بھی اب پیسے لگتے ہیں۔ لوزر۔"

لو پچھلی صدی کے لوزر۔ آج کل پیسے نہیں بلکہ لگتے ہیں روپے۔

"ہاں تو مت بھولو کہ تم بھی کوئی گیارہ سال کی بچی نہیں ہو بلکہ تم بھی پچھلی صدی کی ہی مخلوق ہو۔" آرام سے شروع ہوئی بات چیت اب لڑائی کی طرف بڑھ رہی تھی اور یہ لڑائی کسی بھی طور علی کے حق میں نہیں تھی۔ اسی لیے دھیمے انداز میں بولا۔

"لیکن ہمیں کیا لینا اس فضول بحث سے۔ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے اور تمہارے بارے میں۔ یعنی ہمارے بارے میں۔"

"ہمارے بارے میں؟" چندا نے حیرت سے پہلے اسے اور پھر ان نوجوان لڑکے لڑکیوں کو دیکھا جو کوایجوکیشن کو کوہ مری سمجھ کر تفریح کر رہے تھے۔

"تم جانتی ہو نا کہ چینا آپی نے کچھ عرصے کے لیے شادی دفتر کھولا ہے۔ گھر کے کنواروں کے لیے نہ صرف ڈسکاؤنٹ ہے بلکہ ان کے رشتے ایمرجنسی بنیاد پر کروائے جائیں گے۔ اس لیے میں سوچ رہا تھا کیوں نا تم اور میں تم اور میں... میرا مطلب ہے، ہم دونوں بھی کسی رشتے میں بندھ جائیں۔" علی نے اسے جن نظروں سے دیکھا تھا کوئی اور لڑکی ہوتی تو یقیناً" اب تک برف سے پانی میں بدل چکی ہوتی لیکن وہ چندا تھی۔

"بندھ جائیں؟ ہم کوئی گائے بھینس ہیں کیا جو بندھ جائیں۔ انسان تو پیدا ہوا تھا آزاد اس لیے رہنا بھی چاہیے آزاد۔"

"انسان ہیں اسی لیے حدود و قیود بھی ہیں ورنہ آزاد تو صرف جانور ہوتے ہیں وہ بھی پالتو نہیں جنگلی۔" علی کا دل چاہ رہا تھا اپنے سامنے گھومتے لڑکے لڑکوں کے درمیان ڈیڑھ میٹر کا سریا لگا دے جو اب اسے جلا کر راکھ کر رہے تھے کہ اتنی خوب صورت بات کا یہ حشر تو کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

"یعنی تم کرنا چاہتے ہو مجھ پر حدود کا مقدمہ؟" وہ چونکی۔

"چندا چندا چندا میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" اور جب علی نے اسے ایک ایک بات مکمل وضاحت سے سمجھائی تو اس کے چہرے پر روشنی ہی بکھر گئی۔

"اب بتاؤ، تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟" چندا نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا تو علی کی بھی جان میں جان آئی۔

☼ ☼ ☼

"ضمیر آج تو خالہ تمہیں اپنے ہاتھ کے بنے کوفتے کھلائیں گی۔" چینا نے خالہ کو نقاب کر کے کھانا بناتے دیکھا تو چہک کر بولی۔

"آج اپنے ہاتھ سے کھلائیں گی یعنی پہلے کوئی بیرونی ہاتھ ملوث ہوتا تھا؟"

"ضمیر کھانے ہوں تو ٹھیک ورنہ نہ کھاؤ۔" ایک تو خالہ کو تازہ تازہ فیشل کے بعد چولہے کے آگے کھڑا ہونا پڑا تھا اس پر ضمیر کی باتیں۔ انہوں نے اپنا سر کا نقاب پھر سے ٹھیک کیا کہ کہیں چولہے سے ان کی نرم و نازک جلد کو نقصان نہ پہنچے۔

"ارے نہیں خالہ۔ میں کھاؤں گا بلکہ شوربے میں سے کوفتہ ڈھونڈنے کے لیے لائف جیکٹ بھی لے آؤں گا۔ کیوں کہ میں اس بھری جوانی میں شوربے میں ڈوب کر مرنا نہیں چاہتا۔"

"ہاں تو مرنے کے لیے تو چلو بھر پانی بھی بہت ہے۔ اتنا شوربہ خراب کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔"

"ارے خالہ، باتیں چھوڑیں یہ خیر سے ابا اس وقت لان میں۔۔۔؟" چینا نے کچن کی کھڑکی سے ابا کو دیکھا جن کی چال سے لگتا تھا کہ جیسے کوئی بیٹسمین صفر پر آؤٹ ہو کر جا رہا ہو اور بس خالہ تو اتنی دیر سے چولہے کے سامنے سے فرار ہونے کا سوچ رہی تھیں۔۔۔ سو انہیں موقع مل گیا۔ فوراً" چہرے کا نقاب ہٹایا اور بات کرنے کے ساتھ ساتھ کچن سے بھی نکلتی گئیں گویا سائیکل ٹریفک جام میں سے اپنا راستہ بنا کر نکل جائے۔

"چینا تم کھانا دیکھنا۔۔۔ یہ کسی کے ابا کو تو میں دیکھتی ہوں۔" اور یوں وہ پلک جھپکتے ہی ابا کے پاس کھڑی دیکھی گئیں۔

"او۔۔۔ وہ جی۔۔۔ میں کش سوچ رہیا تھا۔" خالہ کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی ابا بولے۔

"ہاں تو میں نے کب کہا کہ کھڑے کھڑے تھریڈ نگ کر رہے ہیں؟" سامنے سے پڑتی سورج کی شعاعیں خالہ کے تازہ فیشل زدہ چہرے پر پڑ رہی تھیں سو انہوں نے دوپٹے سے تھوڑا سا سایہ اپنے چہرے پہ کیا تو ابا تو گویا ان کی اس ادا پر مر ہی مٹے۔

"ہائے اوئے۔۔۔ میں نے تے ابھی کش کہا وی نئیں۔۔۔ فیر وی اینا شرمانا۔۔۔"

"کیا مطلب ہے یعنی آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے ہیں؟" خالہ نے دوپٹے میں مزید ردھم پیدا کرتے ہوئے ابا کو ایسے دیکھا جیسے چاٹ والا اپنے ٹھیلے کو دیکھتا ہے مکمل ملکیت کے احساس کے ساتھ۔

"نئیں آپ سے نئیں آپ کی بے بے سے کہنا چاہ رہا تھا۔" دائیں مونچھ کو بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی پر جھولا جھلاتے ہوئے ابا نے خالہ کے اڑے اڑے تاثرات دیکھے تو فوراً" جھولا جھلانے کا شغل روک کر بولے۔

"او جی میرا مطلب تھا کہ اگر آپ کی کوئی بے بے شے بے ہوتی تے اس سے بات کر لیتا، پر چونکہ آپ لاوارث ہیں اس لیے میں آپ سے ایک وارث مانگتا

ہوں۔" ابا کی بات کو سن کر خالہ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج وہ کچھ ایسا کھا پی گئے ہیں جس کی وجہ سے اب وہ مکمل جھولنے والے ہیں اور مونچھوں کو جھولا جھلانا تو صرف پٹرول چیک کرنے کے برابر تھا۔

"او جی مینوں غلط شلط نہ سمجھنا۔ میں تے علی کی بات کر رہا تھا' کیوں کہ جی تے میرا یہ چاہتا ہے کہ علی تے چندا کو کسی رشتے میں باندھ دیا جائے۔"

"علی اور چندا کو کسی رشتے سے باندھو یا رکشے سے' میری بلا سے۔" خالہ اب تک اس خوشی میں تھی کہ فیشل کی آڑ میں پنکی کی کھائی گالی تھپڑیں شاید کسی کام آئی ہیں اور ابا ان کے چہرے کی چمک سے خیرہ ہو چکے ہیں لیکن۔۔۔ ایسا محسوس نہ ہوا تو انہوں نے آگے بڑھ کر گیٹ کے اندر پھینکا گیا پمفلٹ اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔

"آپ صرف ہمارا کتا بچہ دیکھیے۔۔۔ خوب صورت ہم آپ کو بنائیں گے۔"

پہلی سطر پڑھتے ہی خالہ تیزی سے گیٹ کی طرف لپکیں' دائیں بائیں دیکھا' مگر کچھ نہ پا کر پھر اندر آ گئیں جہاں لان میں ہی ابا موجود تھے۔ دیکھتے ہی باچھیں کھلا کر بولے۔

"مینوں لگدا اے اخبار آگیا ہے۔"

"اخبار؟ نہیں تو۔۔۔ اور وہ بھی اس وقت۔"

"نئیں تے فیر آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔" ابا کا اشارہ پمفلٹ کی طرف تھا۔

"اچھو تھی ہے نظر نہیں آرہی کیا۔" خالہ نے دائیں ہاتھ کو دیکھا۔

"فکر نہ کرو سوہنیو دراصل عادت ہی ہو گئی ہے نا خوامخواہ سوال کرنے کی۔"

"ارے کوئی بات نہیں' فکر کیسی اور ویسے بھی بیس سال کے بعد ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" ابا کے منہ سے اپنے لیے لفظ "سوہنیو" سن کر وہ بے حد خوش ہوئیں اتنی خوش کہ کوئی دیکھتا تو یقین نہ کرتا کہ ان لوگوں میں کبھی کوئی اختلاف بھی تھا۔

"کیوں جی؟ وی سال دے بعد کیا ہونا ہے کیا ہو گا؟"

"وہ ہو گا جو ابھی نہیں ہو رہا اور ابھی وہ نہیں ہو رہا جو بیس سال بعد ہو گا۔"

"اوہو۔ ایہو تے پوچھ رہا ہوں کہ وی سال کے بعد ایسا کیا ہونا ہے جو ابھی نہیں ہو رہا۔"

"بیس سال کے بعد تمہاری عمر میں بیس سال کا اضافہ ہو جائے گا' بوڑھے ہو جاؤ گے تو سب کے پاس تمہاری ساری باتوں کے لیے ٹکا سا جواب ہو گا اس لیے فضول سوال کرنے کی عادت بھی نہیں رہے گی۔"

خالہ اور ابا کے درمیان انداز تخاطب آپ سے تم اور تم سے آپ ہونا ہی رہتا تھا اور یہ سب ان کے درمیان کے تعلقات کا اچھا یا برا ہونا ظاہر کرتا تھا۔

"ہونہہ اشتہار تو چھپوا کر ہر گھر میں ڈال دیا کہ صرف ہمارا کتا' بچہ دیکھیں خوب صورت ہم آپ کو بنائیں گے۔۔۔ اور ساتھ نہ کتا بھیجا نہ بچہ۔" خود کلامی کرتے ہوئے خالہ نے ایک بار پھر ہاتھ میں پکڑے کتابچے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ خالہ کے ہاتھ میں آیا کتابچہ اپنی ادبی بے ادبی پر جو سوچے سو سوچے البتہ خالہ نے ابا کو یوں ٹکٹکی باندھ کر خود کو دیکھتے ہوئے پایا تو یہ سوچ مزید گہری ہو گئی کہ واقعی بیوٹی پارلر میں ٹریٹمنٹ کروا کر آئے اس انسان کو بھی سب دل سے دیکھنے لگتے ہیں جنہیں عام دنوں میں دیکھنے سے دل خراب ہونے کا خدشہ ہو۔

☆ ☆ ☆
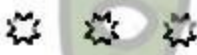
"خالہ' آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اگر آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ صرف سلاد کھانے سے آپ کا وزن کم ہو جائے گا تو یہ آپ کی بھول ہے۔" ضمیر بھائی نے خالہ کو برے برے منہ بناتے ہوئے مسلسل سلاد کھانے کا شغل کرتے دیکھا تو بولا۔

"سراسر نادانی ہے آپ کی۔۔۔ خود سوچیں اگر گھاس کھا کر ہی دبلا ہونا ہوتا تو آج تک بھینس' ہاتھی' گینڈا یا دریائی گھوڑے وغیرہ سب دبلے ہو چکے ہوتے۔"

"ضمیر' تم مجھے۔۔۔ اپنی خالہ کو بھینس' ہاتھی' گینڈا

وغیرہ کمہ رہے ہو؟" خالہ کا فشار خون کم ہونے لگا۔

"ارے نہیں خالہ اسے کیسے میں تو بس مثال دے رہا تھا۔" اس سے پہلے کہ بات بڑھتی علی کالج سے گھر آیا تو فوراً" چینا اس کے لیے گلاس میں پانی ڈال لائی جسے دیکھتے ہی علی کا منہ بن گیا۔

"آپی اتنا گندا پانی۔ کم از کم پانی تو صاف دے دیا کریں، صبح کا گیا اب آیا ہوں۔" ایک تو کالج میں چندا کے سامنے ہوتی سبکی اور پھر گھر آتے ہی اس طرح کی تواضع۔

"ارے پانی تو بالکل صاف لائی ہے چینا' ہاں البتہ گلاس ذرا گندا تھا' شاید کسی نے دودھ پی کے رکھ دیا تھا۔" چینا نے فوراً" گندگی کی صفائی پیش کی۔

"کمال ہے چینا' میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ پانی دینے سے پہلے ابال لیا کرو۔" ضمیر بھائی نے ڈاکٹری جھاڑی جو الٹا گلے پڑ گئی۔

"واہ واہ واہ' ضمیر واہ' تم تو چاہتے ہی یہ ہو نا کہ چینا کا بھائی جھلس جائے' ارے حد ہوتی ہے یعنی کیوں ابالوں علی کو پانی دینے سے پہلے۔"

"آپی خدا کا واسطہ ہے چپ ہو جائیں' آپ کو اپنی اور ان کی پڑی ہے ادھر میری اتنی سخت انسلٹ ہوئی ہے کالج میں۔" علی نے بمشکل چینا کو کوئی بھی جارحانہ اقدام کرنے سے روکا۔

"تمہاری انسلٹ؟ کیا آج تم پچانے گئے تھے؟" خالہ نے سلاد کا ایک پتا آدھا آدھا کر کے دونوں ہتھیلیوں پر رکھا اور ان ہتھیلیوں پر اپنا چہرہ ٹکا دیا تاکہ جلد کو تازگی مل سکے۔

آہستہ آہستہ مگر مکمل تفصیل سے علی نے سارا واقعہ بتایا تو آٹومیٹک دروازوں کی طرح ان کے منہ بغیر پوچھے کھلتے ہی گئے۔

"ویسے چینا' شادی دفتر تو ہم کل سے کھول ہی رہے ہیں' کیا ہی اچھا ہو اگر علی کی بھی شادی کروا دیں' اس طرح اسے اپنے اوپر ہونے والے مظالم اور بے عزتی کا احساس کم سے کم ہوا کرے گا۔" ساری کہانی سننے کے بعد ضمیر بھائی نے آپ بیتی اور جگ بیتی کا مکسچر کرتے ہوئے تجویز دی۔

عشق نے جالب نکما کر دیا
آدمی یہ بھی تھا ورنہ کام کا

خالہ نے پتوں کی سائیڈ بدلتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھر کر پتا نہیں یہ شعر علی کے لیے پڑھا تھا یا ضمیر بھائی کے لیے۔ یہ بات خالہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

"خالہ یہ شعر جالب کا نہیں غالب کا ہے۔" ضمیر بھائی ان لوگوں میں سے تھے جو سوئے ہوئے بیل کو جگا کر آفر کیا کرتے کہ آبیل۔ آ ناں بیل مجھے مار اور بس مجھے ہی مار۔

"اپنے کام سے کام رکھو اور ڈاکٹری کرتے کرتے وکیل بننے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے جالب پسند ہے تو بس میں نے یہ شعر ان کے نام کر دیا۔ انہیں کوئی مسئلہ نہیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"ہائے ہائے چینا کی زندگی میں یہ دن بھی آنا تھا جب وہ اپنے اکلوتے بھائی کا منہ لٹکا ہوا دیکھتی۔ یہ دن دیکھنے سے پہلے چینا سو کیوں نہ گئی۔"

"تم میرے آپشن پر غور کرو چینا اور پھر دیکھنا یہ لٹکا ہوا منہ ہر وقت بنا ہوا نظر آئے گا۔"

"کیا مطلب' چینا کچھ سمجھی نہیں۔" چینا نے تھرڈ اسپائر کی نظروں سے ضمیر کو دیکھا۔

"چینا کچھ بھی نہیں سمجھی یہ تو ہم سب کو پتا ہے' لیکن کیوں نا ہم علی کی واقعی شادی کروا دیں' اس لڑکی کے ساتھ جس نے علی کو بچایا تھا۔" کیوں کہ جس لڑکی نے علی کو شرافت سے بچایا ہے وہ کبھی بھی اسے شرافت کے ساتھ رہنے نہیں دے گی اور یہی ضمیر بھائی چاہتے تھے کہ علی کو اس احساس سے دوچار کیا جائے جو انہیں ہوتا ہے۔ سو پس آئینہ یہی ایک منصوبہ تھا جس کی وجہ سے وہ جلد از جلد اس کی شادی کے حامی تھے۔

"ایسا نہ ہو جس نے چینا کے بھائی کو شرافت سے بچایا تھا پھر اسی سے بچنے کے لیے شرافت کا سہارا لینا پڑے۔" چینا نے خدشہ ظاہر کیا۔

"چینا تم بھی نا۔" خالہ نے پتوں کو ہاتھوں پر ملتے

ہوئے کہا۔

"اسے شرافت سے شادی کرنے دو' باقی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی۔"

"شرافت سے شادی؟ خالہ آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے۔" خالہ کے متنازعہ بیان پر وہ تینوں اچھل پڑے تھے۔

"ارے میرا مطلب تھا آرام سے شادی کرنے دو اور باقی مسائل کا بھی ابھی سے سوچ لیا تو پھر بعد میں کیا سوچا کریں گے۔"

شادی کا ذکر چھیڑنے پر گو کہ علی سمیت خالہ اور چینا بے حد خوش تھیں' لیکن ضمیر بھائی کے چہرے پر لڑیاں ڈالتی معنی خیز مسکراہٹ کچھ اور ہی کہانی کہہ رہی تھی۔ یوں بھی ان کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو کھچڑی کی طرح ٹریٹ کرتا ہے تو اس کے ساتھ بریانی بن کر پیش آنا عقل مندی نہیں ہے بلکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ اسی کھچڑی کے اندر سے کنکر بن کر دانت کے ساتھ اسے ٹکرایا جائے کہ کھانے والے کو دماغی چوٹ کا احساس ہو کیوں کہ اگر محبت اور جنگ میں سب جائز ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہیر کا اپنے والدین کی غیرت کو داؤ پر لگا کر رانجھے کے ساتھ راتوں کو ملنا جائز' بھینسوں کے باڑے میں پیار کی پینگیں بڑھانا بھی جائز' اپنا پیار پانے کے لیے ان کی عزت کا جنازہ نکلنا بھی جائز' کیدو کا اپنے باپ دادا کی عزت بچانے کے لیے معاشرے کی نظروں میں ولن بننا بھی جائز اور یقیناً" ہٹلر کے بھی جنگ کے زمانے میں کیے گئے تمام کام جائز ہی جائز!!! منزل کو خود سے قریب بلکہ بے حد قریب پاکر ضمیر بھائی پھولے نہ سما رہے تھے۔ سو ان تینوں کے پرجوش منصوبوں میں بڑی ہی منصوبہ بندی سے داخل ہو کر قہقہے لگانے لگے۔

☆ ☆ ☆

"پتری' او تے سب کش ٹھیک اے پر سب سے پہلے تو مجھے یہ بتا کہ تو اس وقت کش لکھ رہی ہے؟" کالج کی روداد سناتی چندا کو ابا نے اچانک ہی کچھ خیال آنے پر ٹوکا تو اس نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"شاور شے فضول خرچ' اک کلو کا سر ہلا کر جواب دیا ہے چھٹا کی (چھٹانک) کی زبان نئیں ہلا سکتی تھی۔"

"نہیں۔" چندا فوراً" بولی اور پھر بے ادبی خیال کرتے ہوئے وضاحت بھی دینے لگی۔

"میرا مطلب تھا کہ نہیں' میں نہیں لکھ رہی کچھ بھی۔"

"تے فیر کش پڑھ رہی ہیں؟"

"نہیں تو۔ میں تو کر رہی ہوں آپ سے باتیں۔"

"تے فیر یہ چشمہ اتار کیوں نہیں دیتی' خواہ مخواہ چیزیں ضائع کرنے کا سواد آگیا ہے تجھے۔" چندا نے منہ بنا کر چشمہ اتار دیا کیوں کہ یہ چشمہ ابا نے اسے کالج میں لکھتے پڑھتے وقت لگانے کے لیے لے کر دیا تھا کہ آنکھیں کمزور نہ ہو جائیں اور ڈاکٹر کی فیس نہ دینی پڑے اور جب سے انہیں شہر کے قابل آئی اسپیشلسٹ کی فیس کا پتا چلا تھا اپنے آپ پر فخر کیا کرتے کہ وہ اب تک اتنے پیسے بچائے ہوئے ہیں۔

"پر یہ سمجھ نہیں آئی کہ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ بھی تیری کلاس کا ہے؟"

"تمہاری اور اس کی کلاس میں تو ہے بہت فرق۔ اور کالج میں بھی اس کی کلاس ہے الگ وہ تو پتا نہیں کیوں وہاں آیا اور پکڑا گیا۔" چندا یہ بات چھپا گئی تھی کہ علی اور اس کے درمیان یہی طے ہوا تھا کہ وہ کالج میں پہلے روز ملاقات کریں گے۔

"پتا ہے ابا جب میں نے اسے ڈانس کرتا دیکھا تو لگ رہی تھی وہ پارٹی کم اور عرس زیادہ۔ پھر جب میں اسے بچا کر لائی تو کرنے لگا عجیب سی باتیں۔"

"تیرا مطبل ہے گندی باتیں؟" ابا نے زبردستی غیرت مند بننے کی کوشش کرتے ہوئے سرخ ہونا چاہا' مگر ناکام رہے۔

"نہیں ابا وہ۔ وہ کہنے لگا کہ لگتی ہو تم اتنی اچھی کہ بے اختیار جی چاہتا ہے مانگنے کو۔" سر جھکا کر چشمے کی دونوں ڈنڈیاں ہلاتے ہوئے وہ مسکرائی۔

"کیا مانگنا چاہتا تھا تیرے سے؟" ابا نے کان صاف

کرتے ہوئے پوچھا۔

"چندہ!"

"چندہ؟"

"کہہ رہا تھا نہیں ہوں میں تم اور تمہارے ابا جیسا امیر انسان۔۔۔ یتیم والدین کی ہوں جوان اولاد' اس لیے مانگنا پڑے گا چندہ' تاکہ چندا کو لے جاؤں چندا پر' مگر میں نے بھی کردیا صاف منع۔"

"منع کردیا مطلب؟" ابا حیران اور ساتھ ساتھ پریشان بھی تھے کہ جب وہ خود چاہتے تھے کہ ان لوگوں سے رشتہ جوڑ لیا جائے تو بھلا علی کو اپنے طور کوشش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"مطلب یہ کہ کہہ دیا میں نے کہ میرے لیے تو میرا پاکستان ہی ہے چندا۔" اس کی حب الوطنی کے غلط موقعے پر جاگنے سے ابا بدمزا ہوئے۔

"پانی' گیس' بجلی' پیٹرول اور صحیح معنوں میں انسان اور انسانیت نہ پاکستان میں ہے اور نہ چاند میں۔۔۔ اس لیے ہے کیا ضرورت بھلا اتنی دور جانے کی' جب چاند کا مکمل پیکیج مل رہا ہے' یہاں گھر بیٹھے۔۔۔ بس ابا وہ تو۔۔۔ میری اپنی باتوں سے تاہو گیا مجھ پر فدا۔" شرماتے شرماتے اس نے ساری بات مکمل تفصیل سے بتادی تھی کیوں کہ اسے یقین تھا کہ والدین کو اندھیرے میں رکھنے والی لڑکیوں کی قسمت میں بھی اندھیرے لکھ دیے جاتے ہیں اور وہ تو لوڈشیڈنگ میں بالکل گزارا نہیں کرسکتی تھی۔

"فدا؟ او تیری وہ تجھ پر فدا۔۔۔ یعنی تجھے پتا دی ہے کہ یہ فدائی حملے کتنے خطرناک ہوتے ہیں؟" ابا حقیقتاً" پریشان ہوئے تو وہ مسکرا کر کمرے سے چلی گئی جبکہ ابا سوچ رہے تھے کہ ان کی اور ان کی بیٹی کی سوچ بالآخر ملنے لگی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے اچانک ان کی نظر چندا کے موبائل پر پڑی' اٹھا کر دیکھا' مگر تو وہ ابھی تک آن تھا سو فورا" اسے پاور آف کردیا۔

"کتنی دفعہ بتایا ہے کہ موبائل کو بند کرکے رکھا کر' بجلی خرچ ہوتی ہے' جس وقت کوئی فون آیا تے آپے آپ پتا لگ جائے گا۔ جھلی کہیں کی۔" انہوں نے چارجر اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور پدرانہ شفقت سے مسکراتے ہوئے انہوں نے فون اس کے تکیے کے نیچے سنبھال کر رکھا۔

☆ ☆ ☆

"ضمیر' تمہیں پتا ہے امریکا میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو مگرمچھوں سے بھرے تالاب میں پھینک دیا اور آج کل وہ جیل میں ہے۔" شادی دفتر کا آخری دیدار کرنے کے بعد اب سب ہی اپنے اپنے بیڈ رومز میں سونے کے لیے جاچکے تھے' چینا بھی لیٹنے کے بعد ایک آنکھ پر کھیرے اور دوسری آنکھ پر ٹماٹر کا قتلا رکھ کر لیٹی ہی تھی کہ اسے یاد آیا۔

"وہ آدمی جیل میں ہے؟" ضمیر بھائی نے چشمہ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا تو چینا نے ہوں کرکے ہاں میں جواب دیا۔

"عدالت نے بالکل صحیح فیصلہ دیا' آخر مگرمچھوں کے ساتھ یہ ظلم انتہائی ناقابل برداشت اور یقیناً" قابل سزا جرم ہے۔"

"او ضمیر۔۔۔ تم کتنے حساس ہو نا' جانوروں کا بھی اتنا خیال رکھتے ہو جیسے تمہارے رشتے دار ہوں۔۔۔ سو سوئٹ' کاش چینا تمہیں WWF میں بھرتی کرواسکتی۔۔۔ چینا لوز یو سوچ۔" چینا نے موسمی طور پر رومانٹک ہوتے ہوئے بند آنکھوں سے ہاتھ بڑھا کر اسے بیڈ کے بائیں طرف ٹٹولنا چاہا' لیکن ضمیر بھائی نے اس کی بند آنکھوں کا ہی فائدہ اٹھا کر خود کو رومانٹک ہونے سے بال بال بچالیا اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ وہ سمجھ نہیں پائے تھے کہ چینا نے لمحہ بھر پہلے طنز کیا تھا یا تعریف۔

انہیں یہ کہنے' سمجھنے اور سوچنے میں کوئی عار نہ تھا کہ وہ سارا سارا دن کلینک میں اور پھر گھر میں اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ کب رات ہوگی اور انہیں چینا کے ساتھ اکیلے وقت گزارنے کا موقع ملے گا' جب خالہ اور علی نام کا کوئی رقیب ان کے درمیان نہیں ہوگا اور تب وہ چینا سے وہ ساری پیار بھری باتیں کریں گے

جو انہوں نے مختلف جگہوں سے پڑھ کر یاد کر رکھی تھیں، لیکن۔۔۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ دماغ یار ہوتا

چینا ہمیشہ اسی طرح کی باتیں کرنے لگتی کہ ضمیر بھائی کی رات یہ ہی سوچنے میں کٹ جاتی کہ کہیں چینا نے میری انسلٹ تو نہیں کر دی۔ وہ ساری رات اپنے دوستوں کی بیویوں کے ساتھ چینا کا موازنہ کرتے ہوئے سوچا کرتے کہ یار دنیا کی بیسٹ ماں تو ہر مرد کے پاس ہوتی ہے، لیکن پتا نہیں دنیا کی بیسٹ بیوی ہمیشہ دوسروں کے پاس ہی کیوں ہوتی ہے یا شاید ہر شوہر کی دو بیویاں ہوتی ہیں، ایک وہ جس کے ساتھ وہ زندگی گزارتا ہے اور دوسری وہ جو اس کے تخیل میں ہوتی ہے۔ یہ اور اس جیسی دوسری باتیں سوچتے ہوئے ضمیر بھائی کی آنکھ کب لگ گئی یہ انہیں یقیناً "پتا نہ چلتا اگر خالہ کے کمرے سے پراسرار آوازیں سنائی نہ دیتیں۔

☼ ☼ ☼

شادی دفتر کھولا جا رہا تھا یا خالہ کے اعمال کا دفتر۔۔۔ بوکھلاہٹ اس قدر تھی کہ پاؤں رکھتیں کہیں اور تھیں اور پڑتا کہیں اور تھا، سارا دن بیوٹی ٹپس کرنے کے بعد اب انہیں احساس شدید ہو گیا تھا کہ ان کا وزن کچھ زیادہ ہے، اس لیے ایسا نہ ہو کہ لڑکے والے انہیں ان کے وزن کی وجہ سے مسترد کر دیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت جلد کو ٹائٹ کرنے کے لیے منہ پر شہد لگائے وہ ضمیر بھائی کے کلینک سے لائی گئی ویٹ مشین ڈھونڈنے کی کوشش میں اپنا سارا کمرہ پھیلا چکی تھیں، بے ترتیبی بھی مہنگائی کی طرح اپنے عروج پر تھی، مگر ویٹ مشین کو تو نہ ملنا تھا نہ ملی، اسی لیے اب وہ اپنی وارڈ روب سے کپڑے نکال رہی تھیں کہ کہیں انہوں نے یہاں تو سنبھال کر نہیں رکھ دی۔

ویسے بھی اکثر اوقات وہ چیزیں اتنی سنبھال کر رکھتیں کہ ضرورت پڑنے پر بھی نہ ملتیں۔۔۔ آج بھی شاید ایسا ہی کچھ ہوا تھا اور پھر اچانک ان کے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں انہوں نے اوپر ہی نہ رکھ دی ہو۔ سو الماری کے اوپر دیکھنے کی نیت سے انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر چڑھ کر الماری کے اوپر دیکھنے کی کوشش تو کی، مگر اسی دوران توازن برقرار نہ رکھ پاتے ہوئے اپنے بیڈ کے پاس ہی جا گریں اور وہ بھی اس طرح کہ بیڈ کے ساتھ کر کے رکھی گئی ویٹ مشین کے عین اوپر ان کا سر تھا۔ کرسی سے گرنے کے بعد تو وہ بچ گئی تھیں، لیکن جیسے ہی گردن موڑ کر انہوں نے لیٹے لیٹے ہی مشین پر موجود ہندسوں کو دیکھا تو گو کہ سوئی ان کے سر کے نیچے تھی، لیکن مخالف سمت نظر آنے والے ہندسوں پر نظر پڑتے ہی وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر سوچنے لگیں۔

"توبہ توبہ۔۔۔ اتنا وزن تو صرف میرے دماغ کا ہی ہے تو بھلا میرا کتنا ہو گا۔" یہ ہی سوچتے ہوئے وہ بڑی ہی ہمت سے اٹھ کر ویٹ مشین پر کھڑی ہو گئیں کیوں کہ ان کو صبح کے لیے ٹپس دیتی چینا نے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے انہیں یہی کہا تھا کہ "آپ چینا کے آنے تک ویٹ کریں، اس کے بعد چینا تو چہرے پر کھیرا اٹماٹر لگاتے ہی سو گئی البتہ خالہ ویٹ کرنے کے لیے مشین ڈھونڈتی رہیں اور آخر کار اب ملی بھی تو دل دہلا دینے والے حقائق کے ساتھ۔۔۔ ویٹ مشین پر کھڑے ہوئے بھی جو سوئی نے پستی سے بلندی کا سفر شروع کیا تو نمبروں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا بی پی کم ہوتا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ انسانوں اور جانوروں کی طرح بے جان چیزوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اور ایک بے جان چیز پر اتنا بوجھ ڈالنا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے، اس لیے مجھے بھی ویٹ مشین پر پورا نہیں بلکہ آدھا بوجھ ڈال کر چینا کا انتظار کرنا چاہیے۔" خالہ نے ویٹ مشین پر ایک پاؤں سے کھڑے ہوتے ہوئے سوچا اور مطمئن ہو گئیں۔ سامنے لگی گھڑی پر رات کے تین بج رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

"میری بھی کیا قسمت ہے۔۔۔ رات کے اس وقت

"جب میری عمر کے لوگ اپنے اپنے "ان" کا میسج پڑھ رہے ہوتے ہیں۔۔۔ میں ٹیلیفون کمپنی کی طرف سے آئے معزز صارف والے میسجز۔ پڑھ رہا ہوں۔" علی نے اپنے کمرے میں کمبل میں گھس کر لیٹے لیٹے موبائل فون پر آئے میسج چیک کرتے ہوئے اپنا شکوہ اپنے آپ سے کیا اور اوپر لگے اے سی کو بند کرنے کے بجائے ساتھ رکھے ایکسٹرا کمبل کو بھی پھیلا کر اوپر لے لیا۔ عین اسی وقت چینا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی آئی۔ چہرے پر ابھی تک کہیں کہیں کھیرے ٹماٹر کے بیج چپکے ہوئے تھے۔

"علی تم نے سگریٹ پی ہے؟" آتے ہی اتنا عجیب سوال کہ علی گھبرا گیا۔

"آپی میں تو بھی اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔"

"یعنی اندھیرا کر کے پیتے ہو یا آنکھیں بند کر کے۔" ادھر ادھر خوشبو سونگھتی چینا نے جرح کی تو وہ جھنجلا گیا۔

"آپی خود سوچیں سگریٹ تو ایک سولڈ چیز ہے لیکوئیڈ تھوڑی ہے کہ میں اسے پی جاؤں گا۔"

"بات تو ٹھیک ہے تمہاری' لیکن ابھی ابھی چینا کو خواب آیا تھا کہ تم سگریٹ پیتے پیتے گر گئے ہو اسی دھڑام کی آواز سے چینا اور ضمیر کی آنکھ کھل گئی۔"

"میری پیاری آپی' آپ کا کمرہ درمیان میں ہے نا۔۔۔ دائیں طرف یعنی میرے کمرے میں ایسا کچھ نہیں ہوا آپ بائیں کمرے میں جا کر پتا کریں۔" علی نے کمبل میں نون کی شکل اختیار کرتے ہوئے کہا تو وہ واپس جانے لگی ہی تھی کہ علی کی بات پر لحہ بھر رکی۔

"ویسے آپی جب سے آپ نے میری اور چندا کی شادی کی بات کی ہے یقین کریں میرے تو پیر ہی زمین پر نہیں لگ رہے۔"

"بیڈ پر لیٹ کر بھلا پاؤں زمین پر لگیں گے بھی کیسے۔۔۔ ہونہہ۔" رات کے اس پہر جاگنے اور پھر پلٹنے پر چینا کے تاثرات ایسے تھے جیسے بازار میں چلتے ہوئے کسی انجانے کا پاؤں اس کے جوتے پر آ گیا ہو۔

اور اس کے جانے کے بعد سے علی یہی سوچ رہا تھا کہ وہ منگنی کے بعد جلد ہی شادی بھی کر لے گا کیوں کہ جہاں منگنی اور شادی کے درمیان وقت لگے وہاں موبائل فون کمپنیوں کے علاوہ کسی کو فائدہ نہیں ہوتا اور وہ کسی اور کا فائدہ ہوتا دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے موبائل پر جیسے ہی ابا کی کال آنے لگی اس نے ایسا منہ بنایا جیسے حلیم کھاتے کھاتے منہ میں ہڈی آ گئی ہو سو فوراً" اسے پاور آف کیا اور خواب میں چندا کو لانے کی غیر ضروری کوشش کرنے لگا' ناکامی ہوئی تو دوسرا موبائل اٹھا کر چندا کو فون ملا لیا' مگر دوسری طرف بھی فون پاور آف ملا تو اس نے بڑی ہی تشویش ناک نظروں سے اپنے اس موبائل کو دیکھا جو پاور آف ہو کر سامنے بے جان پڑا تھا۔

کہیں چندا کے پاور آف کرنے کی بھی وجہ وہی تو نہیں' جس وجہ سے میں نے پاور آف کیا ہوا ہے اور کہیں وہ بھی تو کسی سے۔۔۔ آگے کچھ بھی سوچنے کے بجائے اس نے دونوں کمبلوں کو کھینچ کر منہ تک کر لیا کیوں کہ اکثر اوقات جب محض دوسروں کو اذیت دینے کی غرض سے کیے گئے اعمال مکافات عمل بن کر واپس ان تک پہنچتے ہیں تو خواہ مخواہ ہر ایک کے منہ لگنے والے لوگ اپنے آپ کو بھی منہ نہیں دکھا پاتے اور آئینے میں بھی منہ چھپانے لگتے ہیں۔

یہی کچھ علی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ایک دور تھا جب کسی دعوت پر جانا ہوتا تو سب سے پہلے کپڑوں کا سوچا جاتا اور اب کسی نئے مہمان نے گھر آنا بھی ہو تو کپڑوں سے پہلے بالوں کی فکر لگ جاتی ہے کہ کہیں آگے سے سفید تو نظر نہیں آ رہے۔" خالہ نے بڑی مشکل سے ویٹ مشین پر کھڑے کھڑے دائیں سے بائیں پاؤں پر منتقل ہونے کے بعد آئینے میں دیکھ کر خود کلامی کی اور عین اسی وقت جب چینا کمرے میں داخل ہوئی وہ اپنی تمام تر ہمت ہار کر دھڑام سے بیڈ کے اوپر جا گریں۔

چینا ان کی یہ حالت دیکھ کر پریشان کم اور حیران زیادہ

تھی کہ آخر رات کے اس وقت جب صبح ہونے میں بھی کم وقت رہ گیا ہو وہ منہ پر شہد چپکائے کیا کر رہی ہیں۔

"ارے لوگ تو تمہاری طرح بات بدل دیتے ہیں اور ادھر میں پاؤں بدل بدل کر ہی تھک گئی۔" منہ کو بمشکل ہلنے سے بچا کر انہوں نے آدھے ادھورے الفاظ بولے۔

"ارے رے... خالہ چپ کر جاؤ، جھریاں پڑ جائیں گی... چینا ابھی تمہارے منہ کو غسل دیتی ہے۔" ان کی اس قدر نازک حالت دیکھ کر خود چینا کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ پہلے تو ادھر ادھر کاٹن (روئی) ڈھونڈتی رہی، مگر یقیناً" وہ بھی خالہ نے کہیں بڑی ہی سنبھال کر رکھی ہوئی تھی لہٰذا آؤ دیکھا نہ تاؤ، اچھے ہاتھ سے مگ میں پانی بھر کر لائی اور خالہ کے منہ پر پانی ڈالنے کے بجائے مگ میں ہی خالہ کا منہ ایک ڈیڑھ سیکنڈ کے لیے ڈال کر نکال لیا اور پھر جیسے ہی ان کے منہ پر پوچا نما تولیہ پھیرا (پوچا نما اس لیے کہ یہ ان کا تاریخی تولیہ تھا جسے وہ بدلنے پر کبھی بھی راضی نہ ہوتیں) تو شہد کے نیچے سے خالہ کا ذرا سا منہ نکل آیا۔

"کاش چینا تمہیں عورتوں کی مسٹر بین کہہ سکتی۔" نیند خراب ہونے کا تو دکھ تھا ہی ہمراں کی اس عجیب سی حالت نے چینا کو مزید غصہ دلا دیا تھا۔

"واہ واہ... تم ہی نے تو کہا تھا کہ تمہارے آنے تک ویٹ کروں۔"

"لو خالہ چینا نے تو کہا تھا کہ چینا کا ویٹ کریں؟" اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خالہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو عام طور پر عطائی ڈاکٹروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

"نہ بابا نہ مجھ میں تو اب بالکل بھی ہمت نہیں ہے خود ہی کر لو اپنا ویٹ۔" خالہ نے لیٹتے ہی آنکھیں بند کیں تو چینا زچ ہو کر کمرے سے نکل آئی۔ جس رفتار سے وہ آج کل خالہ کی باتوں پر صبر کر رہی تھی اسے لگتا کہ صبر کے میٹھے پھل کی زیادتی کہیں شوگر میں ہی مبتلا نہ کر دے یوں بھی خالہ اور چینا کے درمیان تعلق بھی سگریٹ جیسا تھا کبھی اتنی محبت کہ سگریٹ کی طرح ہونٹوں میں دبا لیا جاتا اور پھر اسی سگریٹ کو پاؤں تلے مسل بھی دیا جاتا۔

☆ ☆ ☆

اور بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا تھا کہ ان کی پچھلی چند روزہ محنت کا ثمر ملتا۔ اشتہاری مہم کے طور پر گھر گھر پمفلٹ ڈال کر وہ شادی دفتر کی اطلاع تو سب کو دے ہی چکے تھے۔ اب تو بس جوش کے مارے صبح کی چائے بھی نہیں پی جا رہی تھی۔ صبح صبح تیار ہو کر ڈائننگ ٹیبل کے گرد انہیں بیٹھا دیکھ کر محسوس ہوتا کہ عید کا دن ہے۔

ضمیر بھائی کا حال ان لڑکیوں جیسا ہو رہا تھا جو نارمل دنوں میں تو اپنے نین نقش پر اعتماد کر ہی لیتی ہیں، لیکن کسی تقریب میں جاتے وقت اس لمحے تک تیار ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ وہ بری لگنا نہ شروع ہو جائیں اور اب تو ضمیر بھائی کے چہرے پر لگی ہوئی عینک دیکھ کر بھی لگتا تھا کہ عینک نہیں نظر لگی ہوئی ہے اور ڈاکٹر تو ویسے ہی وہ پیدائشی تھے یعنی کہ اب بھی انہیں ڈاکٹری کے متعلق اتنا ہی معلوم تھا جتنا پیدائش کے وقت معلوم تھا باوجود اس کے کہ انہوں نے ملک و قوم کی فلاح کے لیے سرکاری خزانے میں چھ سال تک اتنی ہی رقم فیس کی مد میں جمع کروائی جتنی کوئی حقیقی ڈاکٹر کرواتا رہا ہو۔ اور یہ بھی سچ تھا کہ وہ سب ایک دوسرے پر یہی ظاہر کر رہے تھے کہ وہ ابھی ہی نیند سے اٹھ کر آئے ہیں کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ صحیح معنوں میں خوب صورت وہی ہوتا ہے جو نیند سے جاگنے کے بعد اور منہ دھونے سے پہلے بھی خوب صورت لگے۔

"اٹھو اٹھو جلدی کرو چھوڑو سب کچھ۔" گیٹ پر ہوتی بیل پر چینا باہر گئی ہی تھی کہ بجلی کی سی رفتار کے ساتھ واپس آئی اور اس کی بات سنتے ہی وہ سب اٹھ کر گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگنے لگے اسی دوران علی نے چونک کر پوچھا۔

"کیا ہوا آپی؟ چھلاوا پڑ گیا ہے کیا؟ کیوں بھگا رہی ہیں

ہم سب کو؟"

"وہ ادھر میرج بیورو میں کلائنٹ آگئے ہیں۔" چینا کا جوش دیکھ کر لگتا تھا، جیسے جون کے مہینے میں دسمبر آگیا ہو۔

"اور علی تم اور خالہ یہیں رہو گے جب تک کہ چینا خود نہ بلائے۔ کیونکہ تمہیں دونوں وہ ATM کارڈ ہو جسے دکھا کر ہم روپے حاصل کریں گے اور۔۔۔"

"اور تمہیں پتا ہے نا روپوں پر بھی لکھا ہوتا ہے کہ حامل ہذا کو مطالبے پر ادا کیا جائے گا۔" چینا صرف سیکنڈ کے ہزاروں حصے میں تھوک نگلنے کے لیے رکی ہی تھی کہ ضمیر بھائی نے بات اچک لی۔

"کیوں بھئی؟ میں کیوں علی کے ساتھ رہوں؟ میں تو تیار ہو کر تمہارے ساتھ ہی بیٹھوں گی وہاں دفتر میں۔" خالہ کی رات کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی مگر اس کے باوجود انگڑائی لے کر ضد کی تو چینا کو غصہ آگیا۔

"خالہ شادی دفتر بنایا ہے گورنمنٹ نہیں بنائی کہ ہر ایرے غیرے کو مشیر وزیر بھرتی کرتے جائیں۔"

"واہ چینا واہ۔ دو پیسے ہاتھ آنے کی امید کیا ہوئی میں ایرے غیروں میں شمار ہونے لگی۔" خالہ نے ناک کے راستے سانس اوپر کھینچ کر سسکی نما بھرائی ہوئی آواز نکالنے کی کوشش ضرور کی لیکن ناک بند ہونے کی وجہ سے ان کا یہ عمل کارگر ثابت نہ ہوا اور کان بند ہو گئے۔

"خالہ آپی کا مطلب تھا کہ اے ٹی ایم کی کیا اوقات آپ تو پوری کی پوری چیک بک ہیں جسے لوگ سنبھال کر اپنے لاکر میں رکھتے ہیں۔" علی نے منہ سے گولیاں چلانے والی جنگ میں واٹر ٹینک کا کردار ادا کیا۔

"اچھا۔۔۔ میں فیک بک ہوں تو خود کون سا اتنی کھری اور سچی ہے۔ میں تو اس کے بارے میں وہ باتیں جانتی ہوں، جو اگر خود اسے پتا چل جائیں تو اپنے آپ پر شک کرنے لگے۔"

"او خالہ، سچ تو یہ ہے کہ چینا نے یہ دفتر بنایا ہی آپ کی شادی کے لیے ہے۔" ضمیر بھائی نے شادی دفتر میں بیٹھے کلائنٹس کا سوچتے ہوئے معاملہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"مجھے پتا تھا ارے پتا تھا کہ چینا نے یہ دفتر بنایا ہی میری بربادی کے لیے ہے۔ مگر میں پھر بھی اس کی باتوں میں آگئی۔" خالہ نے دونوں ہاتھوں کی تالی بجا کر انہیں ملنا شروع کر دیا تھا۔

"خالہ۔ خدا کا واسطہ ہے۔ جس طرح ہر وقت اپنا منہ کھلا رکھتی ہیں ناں یہ کان بھی کھلے رکھا کریں۔" چینا نے سامنے رکھی ہیرنگ ایڈ ان کے کانوں میں لگانے کے بجائے ٹھونسی۔ "اور فکر نہ کریں، چینا آپ کو فوراً بلائے گی۔" چینا کی یقین دہانی پر خالہ نے حیرت انگیز طور پر یقین کر بھی لیا۔

"اچھا سنو ضمیر۔ آجاؤ چلیں۔" چینا اس سے پہلے کہ دفتر جاتی سامنے ہی لگے آئینے پر نظر پڑ گئی جو صاف بتا رہا تھا کہ کل بیوٹی پارلر جا کر فیس پر فیشل، ویکس، پالش، مساج اور اسپیشل وائٹننگ کریم کی "چھپی" کتنے بے دریغ طریقے سے کروائی گئی تھی کہ لگتا کسی محلول سے اوپری جلد ہی غائب ہو گئی ہو اور پھر اب بھی صبح جاگنے کے بعد لوشن، بیسن، پف، بلشر اور آئی شیڈ کا کیا گیا نیچرل سا میک اپ۔

ضمیر۔ کیا تم بھی نا، قسم سے ابھی تک ڈھنگ کا کمانا شروع نہیں ہوئے ہو، اور یہ ہی وجہ ہے کہ چینا کے پاس ڈھنگ کا میک اپ بھی نہیں کہ تیار ہو اتنے پیسے بھی نہیں کہ پارلر سے کوئی ہلکا سا ٹریٹمنٹ ہی کروا لے۔"

چینا کی آواز پر دفتر کی طرف لپکتے ضمیر بھائی نے جو آئینے میں اس کے ساتھ خود کو دیکھا تو عجیب مسکین مسکین سا تاثر ملا، جس پر وہ بھی اپنا آؤٹ لک چینج کرنے کی خواہش کے ساتھ بولے۔ "وہ چینا۔ میں نا بس دو منٹ میں نہا کر آتا ہوں۔"

"کیوں؟" پھرتی دکھاتے ضمیر بھائی کی کلائی چینا نے بالکل ٹھیک وقت پر پکڑی تھی ورنہ تو وہ اب تک باتھ روم میں یہ جا اور وہ جا ہو چکے ہوتے۔

"نہانے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہاری بارات آرہی ہے کیا جو اتنی تیاری کرنی ہے۔" بات کرتے کرتے چینا

نے ڈائننگ ٹیبل پر رکھا گلاس اٹھایا جس میں گھونٹ ڈیڑھ پانی رکھا تھا۔ اور وہی پانی بغیر بتائے ہی ان کے منہ پر نچھاور کردیا۔

"لو منہ گیلا تو ہو ہی گیا ہے اب ٹیشو پیپر سے صاف کرلو۔ فریشنس آجائے گی۔"

"چینا۔ خدا کا خوف کرو اگر میری گھڑی میں پانی چلا جاتا تو۔" ٹیشو پیپر سے منہ پونچھتے ہوئے انہوں نے رسمی سا برا منایا۔ ورنہ تو وہ عادی تھے۔

"خیر ہے ضمیر' یہ چینا نے تمہیں گفٹ ہی اسی لیے کی تھی کہ واٹر پروف ہے۔ پانی کا جو قطرہ ایک دفعہ اندر چلا جائے وہ کبھی باہر نہیں آئے گا۔"

بات کر کے چینا کا رخ سیدھا شادی دفتر کے اس دروازے کی طرف تھا جو ان کے گھر سے نکلتا تھا۔ اور یہ بات ہمیشہ چینا اور ضمیر کے درمیان بحث کا موضوع بنتی کہ یہ دروازہ ان کے گھر سے نکلتا تھا یا گھر کا ایک دروازہ اس طرف کھلتا تھا۔

✡ ✡ ✡

تری شادی کی باتیں چل رہی ہیں آج کل بیٹا
سو تیرا صاف ستھرا ہر گھڑی رہنا ضروری ہے
میرا مطلب! مہینے تک نہانے کی نہ ہو فرصت
تو پھر ہفتے کے ہفتے ہاتھ منہ دھونا ضروری ہے

چینا اور ضمیر کے جانے کے بعد علی کو اپنی مارکیٹ ویلیو کا جس طرح اندازہ ہوا تھا آج سے پہلے کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ اسے اب سمجھ آئی تھی کہ صرف ایک چندا کیا اب تو اسے جانے کتنے ہی چنداؤں کے سامنے جانا بلکہ پیش ہونا تھا۔ اور اس لیے پیش نظر آخر کار آج اس نے نہانے کا فیصلہ کر ہی لیا اس نے سوچ لیا تھا کہ آج صرف سر دھونے سے کام نہیں چلنے والا' اس لیے باتھ روم کی طرف بڑھا اور عین اس لمحے جب خالہ وہاں ممکنہ کال کے لیے بے چین تھیں' بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے ابا اس طرح آئے جیسے اچھے دل میں برا خیال۔

"او جی۔ ایہہ میں کیا سن رہا ہوں؟" عادت سے مجبور ہو کر انہوں نے مونچھوں سے چھیڑ خانی کرتے ہوئے خالہ سے سوال کیا تو ابا کو یوں اچانک بغیر کسی اطلاع کے اپنے سامنے دیکھ کر خالہ کو اتنی ہی خوشی ہوئی جتنی جولائی کی حبس زدہ دوپہروں میں وقت سے پہلے بجلی کے آجانے پر ہوتی ہے۔

"اپنی آواز سن رہے ہو اور کیا۔" وہ اٹھلائیں اور ابا کو یوں اپنے روبرو پا کر تو خالہ کو لگا کہ بس بیوٹی پارلر پر دیئے گئے پیسے وصول ہو گئے۔

"او جی' بتاؤ نا' ذرا اکش کانی (کہانی) دے بارے۔"

"تمہاری نانی کے بارے میں مجھے کیا پتا۔ کیا میں تمہیں تمہاری نانی کی عمر کی لگتی ہوں۔"

"او نانی تو تمہیں میں یاد دلا دوں گا۔" ابا کا موڈ رومانٹک تھا یا ٹریجک' خالہ کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔

"میری نانی کو جو کہنا ہے کہو لیکن میں اپنے ابا کی ساس کو کچھ نہیں کہنے دوں گی۔" خالہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ ابا کو اپنے قریبی رشتے داروں کی انسلٹ کرنے کی اجازت نہیں دیں گی۔ اگر کسی نے سنا تکی تو!

"یعنی تمہارے ابا دی ساس دی گل کہہ رہی ہیں؟"

"میں تمہاری بات کر رہی ہوں۔"

"شاواشے یعنی میں تمہارے ابا دی ساس ہوں؟"

"یہ تو اگر ابا زندہ ہوتے نا تو میں ان سے پوچھتی کہ کیسے کیسے لوگوں سے رشتہ داریاں۔" "ایسوای تے میں پوچھ رہا ہوں کہ ایہہ کس دے رشتے کے لیے شادی دفتر بنایا ہے تے لوگ آجا رہے ہیں۔" ابا نے سر جھکا کر جس رازداری سے پوچھا تھا خالہ نے اس لمحے خود کو ان کے ہر فیصلے کے آگے جھکا ہوا پایا۔

"وہ دراصل... آج کل میرے اتنے رشتے آرہے ہیں نا کہ فیصلہ مشکل ہو گیا ہے اسی لیے سوچا ایک میں رکھوں گی باقی دوسری مستحق لڑکیوں کے حوالے کردوں گی۔"

"خیر تے ایہہ بڑی خوشی دی بات ہے یعنی دل نوں دل سے راہ ہوتی ہے۔ تے فیر ہمارا تے موڑوے بن

گیاناں اوپر والی منزل توں نیچے والی منزل تک۔"
"کیا مطلب؟" خالہ کی عجیب کیفیت تھی کبھی لگتا کہ وہ جو سوچ رہی ہیں وہ ہی سچ ہے اور کبھی لگتا کہ جو لگ رہا ہے وہ ہی سچ ہے۔
"او جی، مطلب یہ کہ اب تے مجھے رات دن آپ کا ہی خیال ہے، میریاں راتاں کی وی نیندروی۔
کسی قرضدار کی طرح غیب ہے؟"
"یعنی پھر ہیں اوپر؟"
"او نئیں جی، کیا بتاؤں کہ کس کا خیال ہے جو سونے نئیں دیتا۔" ابا رومانٹک ہونے کی کوشش میں بری طرح روہانسے ہوگئے تھے۔ اور انہیں دیکھ کر خالہ کو اپنی آنکھوں میں ہوا پڑتی محسوس ہوئی۔
"ہاں بھئی جوان بیٹی گھر میں ہو تو بڑے بڑوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں، اور آپ کی تو ویسے ہی کوئی اوقات نہیں۔"
"او نہ جی نہ، نئیں بڑا رہ لیا میری بیٹی نے کیلا، اب میں چاہتا ہوں کہ اسے ایک ساتھی چاہئے دا اے۔" بے تکلفی سے کرسی گھسیٹ کر ابا خود تو بیٹھے ہی بلکہ ساتھ ہی دوسری کرسی نکال کر خالہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بڑی فرمانبرداری سے بیٹھ گئیں۔ "بہت اچھی سوچ ہے" آپ کی تو نہیں لگتی۔"
"او چھوڑو جی، میاق نہ کریا کرو" ابا ہنسے اور ایسا ہنسے کہ ان کے ہنسنے کے بعد بھی ان کا جسم ہل ہل کر ان پر ہنستا رہا۔
"مجھے لگتا ہے کہ تسی تے میاق کی طرح محبت میں وی آگے نکل جاؤ گی۔"
"تو اور کیا، سوہنی مہیوال، ہیر رانجھا، سسی پنوں... محبت کی ہر داستان میں عورت کا ہی نام پہلے آتا ہے۔" خالہ نے شرماتے ہوئے نچلے ہونٹ کا بایاں کونہ دانت تلے دبانا چاہا لیکن بعد ایک دم ہی یاد آیا کہ عین اسی دانت کی تو ہزار کے واپسی پر فلنگ کروا کر آئی ہیں اس لیے محض سر جھکانے پر ہی اکتفا کیا۔
"اور دیکھیں نا یورپ جو عورتوں کے حقوق کی بات کرتا ہے محبت میں بھی اس کا نام آخر میں ہی لیتا ہے، جسے رومیو جولیٹ، ہیر شاٹو کو شیما۔"
"او جی ان کی تے بات ای نہ کرو میں تے ہر معاملے اچ آپ کو ہی آگے کروں گا۔ میری ماں نے بڑی قوق (حقوق) سکھائے ہیں بزرگاں دے بس تسی میرا انتظار کرنا میں رشتہ لے کر بس سمجھو آنے ہی والا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی دے وچ ہی چنداں نوں کسے دے حوالے کر جاں۔"
اور تب خالہ صرف اور صرف خود کو مشرقی دکھانے کے چکر میں یہ پوچھ ہی نہ سکی تھیں کہ وہ رشتہ آخر لا رہے کس کا ہیں اپنا یا چندا کا؟

✡ ✡ ✡

بنت حوا ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
کب سے لائق ہوا ہوں شادی کے
آئے اور کوئی نکاح کرے کوئی
ہر حسینہ ہم جس پر عاشق ہوں
بھائی کہہ دے تو کیا کرے کوئی
میرے جیو رو بھی لوٹ لیتے ہیں
اب کسے راہنما کرے کوئی
"معاف کیجیے گا، چینا کو ذرا دیر ہوگئی، ورنہ لگ رہا تھا کہ آپ واپس ہی نہ چلی گئی ہوں۔" چینا نے اندر داخل ہو کر مرکزی کرسی خود سنبھالی اور ساتھ کی چھوٹی کرسی پر ضمیر کو بیٹھنے کا ابرو سے اشارہ کیا۔
"ارے بے فکر رہیں، میں افغان مہاجرین کی طرح کہیں چلی جاؤں نا تو میری واپسی کی امید دل میں لیے لوگ خود ہی کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں۔ ویسے آپ کے اپنے کتنے بچے ہیں؟"
"کیوں آپ پولیو کے قطرے پلانے آئی ہیں؟"
خاتون کے خوامخواہ فری ہونے پر چینا پانی لینے کے لیے اٹھی ہی تھی کہ ان سے رہا نہ گیا اور پھر بولیں۔
"ارے چائے کی کیا ضرورت تھی، لیکن خیر اب اگر آپ لینے جا ہی رہی ہیں تو پتی کم اور دودھ ذرا سا زیادہ ڈالیے گا، یہ بھی صرف آپ کی محبت میں دل رکھنے کے

لیے۔" چینا نے غصے سے ان کے بجائے ضمیر کو دیکھا اور اسی وقت کے لیے چینا کہا کرتی تھی کہ بندے کو شادی ضرور کرنی چاہیے تاکہ موڈ خراب ہو تو کم از کم غصہ اتارنے کے لیے کوئی تو پاس ہو۔

"چینا! جانے رہنے دو بھئی شادی دفتر اور سرکاری دفتر میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے نا؟" ضمیر بھائی نے زبردستی سامنے بیٹھی خاتون کی تائید حاصل کی تو وہ بدمزا سی ہو گئیں۔

"اچھا تو دراصل مجھے اپنی بیٹی کے لیے رشتہ چاہیے مگر لڑکا ایسا ہو کہ چاند سورج لگیں دونوں۔"

"چاند سورج؟" چینا حیران ہوئی ان کی بات پر نہیں بلکہ ضمیر بھائی کو بولنے کے لیے فارم میں آتا دیکھ کر

"یعنی آپ ابھی سے بیٹی کی علیحدگی کے خواب دیکھ رہی ہیں؟ بھلا چاند سورج کو کبھی اکٹھے دیکھا ہے آپ نے؟ ارے دونوں ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنے کو تیار نہیں ہوتے اور... اور آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ کی بیٹی اور داماد کو چاند سورج کی طرح ہونا چاہیے۔" ضمیر بھائی نے بڑی ہی داد طلب نظروں سے چینا کو دیکھا جو بڑے غصے میں آنکھیں پھیلائے انہی کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں کچھ سنسر شدہ غصیلے الفاظ کہہ کر مسکراتے ہوئے خاتون کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ضمیر کاش چینا تمہیں عقل سے پیدل کہہ سکتی۔ ارے ان کا مطلب ہے کہ لڑکا چاند جیسی ٹھنڈی طبیعت کا مالک ہو جو غصے میں ان کی بیٹی کو کبھی بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ جیسے سورج کو بھلا کون آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔"

"ہاں بالکل، بہن جی۔ میں بھی تو یہی کہہ رہی تھی، واقعی بھئی ایک عورت ہی عورت کی بات سمجھ سکتی ہے۔" وہ چینا کی پوشیدہ صلاحیتوں کی معترف ہو چکی تھیں۔ اور اسی بات سے ضمیر بھائی جل کر بولے۔

"جی جی۔ کیونکہ مو عقل مند ہوتا ہے۔"

"ایک منٹ ایک منٹ یہ۔ بہن جی کسے کہا آپ نے؟" چینا کو اپنی اس بے عزتی کا بدلہ لینا تھا اس لیے بات چیت روکی۔

"میں بہن جی لگتی ہوں آپ کو؟ ایسی ہوتی ہیں بہن جی؟ یعنی بات کرتے وقت آپ کو پتا نہیں چلتا کیا؟ جو منہ میں آتا ہے بولے چلی جاتی ہیں۔"

نہیں تو میں کہاں چلی گئی یہیں بیٹھی ہوں، کرو جو بات کرنی ہے۔" وہ بھی آمادہ نظر آئیں۔

"ارے جی چھوڑیے ان باتوں کو، آپ اپنی بیٹی کے بارے میں کچھ بتائیے میرا مطلب ہے کوالیفکیشن وغیرہ۔"

"ابھی ہی تو میری بچی نے گریجویشن کیا ہے اور عمر بھی کوئی چھبیس ستائیس سال۔" وہ مسکرائیں۔

"دراصل اس نے کونسا الیکشن لڑنا تھا جو جلد بازی میں بی اے کر کے اب تک نتیجے بھگت رہی ہوتی، اور ویسے بھی لڑکیوں کی عمر کا اندازہ ہی لوگ اس کی ڈگریاں یا تعلیمی سال دیکھ کر لگاتے ہیں، اسی لیے میں نے بھی اپنی بیٹی کو ایف اے کے بعد سات آٹھ سال ریسٹ کروایا تھا۔"

"اچھا تو جہاں تک میں سمجھ پائی ہوں آپ کو اپنے جیسے مڈل کلاس لوگوں میں رشتہ چاہیے۔"

"نہیں نہیں کسی قیمت پر نہیں۔ ارے ہم مڈل کلاس ہیں وہ کم از کم ماسٹرز کلاس تو ہوں۔" انہوں نے پرس سے پیسے نکال کر دیتے ہوئے رجسٹریشن کروائی اور جلد از جلد رشتہ کروانے کا کہہ کر چلی گئیں تو چینا نے سمجھانے کے انداز میں ضمیر کو مخاطب کیا۔

"دنیا کی ساری باتیں چھوڑو، اور چینا کی ایک بات یاد رکھو کہ کلائنٹ کی تائید کرنے اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں ہی بزنس کی ترقی ہوتی ہے۔ سمجھے؟"

ضمیر بھائی نے کلاس کے ذہین طالب علم کی طرح سر ہلایا تو چینا مسکرانے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کون سے کلائنٹ کے آگے علی کو لانا ہے اور کس کے پیچھے خالہ کو لگانا ہے، اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک کے بعد دوسرا کلائنٹ بھی آن حاضر ہوا۔ یہ دونوں میاں بیوی تھے جو ایک دوسرے سے پہلے بیٹھنے پر راضی نہیں تھے۔ پندرہ منٹ تک پہلے آپ پہلے کرنے پر بھی جب

بیٹھے تو ضمیر بھائی زچ ہو گئے مگر اخلاقاً مدہم بولے۔

"اجی قبلہ لگتا ہے آپ لکھنؤ سے ہیں جہاں روزوں میں افطار کے وقت بھی لوگ پہلے آپ پہلے آپ کھیلتے ہوئے وقت کو سحری تک لے جاتے ہیں۔" ضمیر بھائی نے اپنے ذہن سے مثال گھڑی۔

"چینا کا خیال ہے کہ آپ دونوں ایک ساتھ بیٹھ جائیں۔"

"ایک ساتھ؟ لیکن کرسی ذرا تنگ پڑے گی۔" اپنی دانست میں وہ سمجھے کہ اس ایک ہی کرسی پر بیٹھنے کا کہا جارہا ہے۔

"جناب میڈم کا مطلب ہے کہ الگ الگ کرسیوں پر ایک وقت میں ایک ساتھ بیٹھ جائیں۔" ضمیر نے چینا کو ان کے سامنے اتنی عزت دی تو اسے بے اختیار اس پر پیار آگیا۔ تنہائی میں رویہ جیسا بھی ہو لیکن دوسروں کے سامنے عزت مان اور وقار دیا جائے' بس اتنی سی ہی خواہش تو ہوتی ہے مشرقی بیویوں کی۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور اپنے بچوں کے رشتے کے لیے آئے ہیں۔" ان کے تعارف پر چینا کے ساتھ ساتھ ضمیر کو بھی بے حد حیرت ہوئی کیونکہ جتنی عزت وہ دونوں ایک دوسرے کو دے رہے تھے اور جس محبت سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اس سے تو یہی لگتا تھا کہ ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔

"بیٹا میرا یہاں جاب کرتا ہے اور بیٹی تو خیر سے میاں والی ہے۔ ان ہی دونوں کے رشتے کے لیے ہم حاضر ہوئے تھے کہ اگر کوئی بات بن جائے تو......"

"اجی آپ رشتے کی بات کرنے آئے ہیں یا کوئی قرضہ معاف کروانے؟" ان کی بیگم نے کن انکھیوں سے گھور کر بظاہر مسکرایا۔

"بالکل درست فرمایا آپ نے۔ یعنی ہر وقت شوہروں جیسی عاجزی دکھانے کا بھلا کیا مطلب ہے۔ آپ بغیر کسی خوف و خطر کے مرد بن کے بات کریں۔" ضمیر بھائی جو خود چینا کے سامنے اونچا سانس بھی نہیں لے سکتے تھے انہوں نے بہادری سکھائی۔

"اچھا ویسے آپ کو تو رشتے کے بجائے خدا کا خوف کرنا چاہیے یعنی کہ آپ نکاح پر نکاح کروا رہی ہیں اپنی بیٹی کا۔ اور ساتھ ہمیں بھی گرفتار کروانا چاہتی ہیں۔ سچ بتائیں آپ کوئی ٹی وی والے تو نہیں جو خفیہ کیمرے لگا کر سب ریکارڈ کر لیتے ہیں؟" چینا بے حد گھبرا گئی تھی۔

"نہیں چینا کچھ نہیں ہوگا۔ ارے ان کی۔ بیٹی تو صرف میاں والی ہے۔ بچوں والی ہوتی پھر بھی خیر تھی۔" ضمیر بھائی کے سمجھانے کا بھی چینا پر کوئی اثر نہیں ہوا تو خاتون کے شوہر نامدار کے سامنے جا کر اتنی زور سے بولی کہ وہ جو چینا کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے ان کا بھی سکتہ ٹوٹ گیا۔

"ارے آپ کی بیٹی کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور آپ یوں بہرے بنے بیٹھے ہیں؟ کاش چینا آپ کو بے حس کہہ سکتی۔"

"میں ایسا تھا تو نہیں' بس لیڈرز کے بلند و بانگ دعووں سے بہرا ہو گیا ہوں۔ نور بیگم انہیں بتایئے کہ ہماری بیٹی میاں والی میں رہتی ہے اور بس۔" انہوں نے اتنی محبت سے چینا کو دیکھ کر اپنی بیگم سے بات کی کہ وہ جل ہی تو گئیں۔

"اجی میں کہتی ہوں جتنی محبت سے دوسروں کی بیویوں کو دیکھتے ہو۔ اتنی ہی محبت سے اگر اپنی بیوی کو دیکھا کرو تو گھر جنت بن جائے۔" کہنی براہ راست ان کے گردے پر مار کر دبے لفظوں میں انہوں نے کہا۔

"جنت؟ پہلی بات تو یہ کہ میرا اب تو مرنے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔" انہوں نے ایک بار پھر چینا کو فدائی نظروں سے دیکھا۔

"اور دوسری بات یہ کہ جنت ہی وہ واحد جگہ ہے جہاں جانا سب چاہتے ہیں مگر جلدی کسی کو نہیں ہوتی۔ سب ہی سب سے آخر میں جانا چاہتے ہیں۔" چینا نے بھی بڑے نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ضمیر بھائی کو بھی آتش عشق میں کودنا ہی پڑا۔

"اور تیسری بات یہ کہ بیویاں بھی جتنی نرمی' آہستگی اور لحاظ سے دوسروں کے شوہروں سے بات کرتی ہیں اتنی ہی نرمی' آہستگی اور لحاظ سے اپنے شوہر

کے ساتھ بات کیا کریں تو میں ایک بھی طلاق نہ ہونے دوں۔"

"اچھا اچھا دیکھیں بات نہ بڑھائیں اور چینا کا مشورہ مان کر یا تو آپ اپنی بیگم سے معافی مانگیں اور یا آپ اپنے شوہر کو معاف کر دیں۔" چینا نے صلح کا پرچم لہرا کر اپنی دانست میں ایک عظیم مشورہ دیا۔ تو وہ صاحب مان گئے اور بولے۔

"اچھا بیگم معاف کرو' آج کے بعد کبھی ہیئرنگ ایڈ نہیں لگاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" ضمیر بھائی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں ذرا کم سنتا ہوں اس لیے کانوں میں ہیئرنگ ایڈ کا استعمال کرتا ہوں لیکن کبھی کبھی۔ کیونکہ جتنی دیر نہ لگاؤں لوگ ہمیں ایک مثالی کپل سمجھتے ہیں اور جیسے ہی لگاؤں ہماری لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔"

مشورہ اچھا تھا ضمیر اور چینا ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے تھے جبکہ سامنے بیٹھی خاتون اندرونی راز افشا ہونے پر جز بز دکھائی دیں۔

✡ ✡ ✡

بیگم کی ڈانٹ سن کے ملازم پکار اٹھا
گرچہ سنگر نہ ہوں شوہر نہیں ہوں میں
لیکن کلام کیجیے مجھ سے ادب کے ساتھ
نوکر ہوں کوئی آپ کا شوہر نہیں ہوں میں

"چلیں پہلے تو آپ کے بیٹے کی بات کرتے ہیں' کتنے بچے ہیں آپ کے؟" ضمیر نے انٹرویو شروع کیا۔

"آٹھ... اور بچے کہاں اب تو جوان ہو گئے ہیں۔" خاتون نے فخر سے بتایا۔

"اور ان میں سے اس بیٹے کا کون سا نمبر ہے۔ جس کی شادی کروانی ہے؟"

"پہلے تو ٹیلی نار کا تھا' آج کل شاید یوفون کا ہے۔" تائید حاصل کرنے کے لیے انہوں نے صاحب کو دیکھا۔

"میرا خیال ہے آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے آپ کے بچے اوہ... میرا مطلب ہے پریشانی جیسی وسیع پیشانی پر ٹانکے لگے۔" ضمیر بھائی اپنی بے تکی بازیاں بھول کر ان کے فضول جواب پر چراغ پا ہو گئے۔

"ارے رکشے سے باہر کرنے پر سر پھٹ گیا تھا تو ٹانکے نہ لگواتی تو کیا پکو کروا لیتی اپنے ماتھے کی؟" اپنی توہین پر انہیں بھی غصہ آ گیا تھا اور یقیناً" یہ بات کسی بھی لڑائی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی اگر عین وقت پر انہیں فون کال موصول نہ ہوتی اور انہیں اٹھ کر جانا نہ پڑتا۔

✡ ✡ ✡

علی اپنے کمرے میں بڑی ہی نک سک سے تیار ہو رہا تھا جب چندا اندر آئی۔ "اتنی تیاری؟ جا رہے ہو کہاں؟"

"آج لڑکی والے دیکھنے آ رہے ہیں نا میں وہیں جا رہا ہوں۔" وہ اترایا۔

"تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں؟ کتنے کا ہے ٹکٹ؟"

"جتنے کا بھی ہو چندا تم سے بھلا کیا مطلب۔ اور دیکھو مجھے تیار ہونے دو کیوں ڈسٹرب کر رہی ہو؟" وہ کچھ زیادہ ہی مصروف تھا۔

"اس لیے کہ میں ہوں تمہاری وجہ سے ڈسٹرب!"

"میری وجہ سے ڈسٹرب؟ لیکن میں نے کیا کیا ہے؟" اسے خود سمجھ نہیں آئی تھی۔

"یہی تو ہے مسئلہ کہ تم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔" چندا کا منہ بلب کے ٹوٹے ہوئے ہولڈر کی طرح لٹک گیا تھا۔

"چندا اس وقت میں تمہارے کسی بھی مسئلے میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔"

"لیکن ہوں میں تو تم میں انٹرسٹڈ" چندا کی بات پر علی مسکرایا اور دل کھول کر مسکرایا کیونکہ رات کو فون کے پاور آف ہونے کی وجہ سے جو پریشانی محسوس ہوئی تھی وہ زائل ہو گئی تھی۔

"ابا چاہ رہے ہیں ہم دونوں کی شادی کروانا" اور اسی سلسلے میں وہ کریں گے آج چینا آپی اور باقی سب سے

بات۔ مگر تم ہو کہ تیار ہو رہے ہو دوسری لڑکیوں کے لیے۔"

"ارے یہ سب تو ٹائم پاس ہے ورنہ میں تمہارا ہوں ہمیشہ سے۔" وہ کھڑے کھڑے گنگنانے لگا تو چندا کو بھی اس کی بات پر یقین سا آگیا۔ اور وہ بھی مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی دل دماغ میں یہ گانا چل رہا تھا۔

راجہ کی آئے گی بارات رنگیلی ہوگی رات مگن میں ناچوں گی

☼ ☼ ☼

میں اگر سامنے ابھی جایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو
اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں
میں بھی تڑپا کروں تم بھی تڑپا کرو

خالہ حکمنہ دلہنیا کے انداز میں شرماتے لجاتے گھبراتے اور مسکراتے ہوئے چینا کے دھکا دینے پر ایک دم کمرے میں آئیں تو سامنے موجود شخص بڑی ہی محنت سے سر نکال نکال کر یہ گانا گانے میں مصروف تھا' خالہ کو دیکھا تو لال رومال سے ناک چھپاتے ہوئے پھر دہرانے لگا۔

میں اگر سامنے ابھی جایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو

"چلیں اب بس بھی کریں نا' جی آپ تو بہت ہی وہ ہیں۔" خالہ نے سن ہو کر سنتے ہوئے مزید سننے سے طریقے سے انکار کیا تو وہ مان بھی گئے۔

"اچھا سنئے۔" اپنی کرسی چھوڑ کر وہ بالکل خالہ کی ساتھ والی کرسی پر آبیٹھے تھے اور اپنا سر انہوں نے خالہ کے جھکے ہوئے سر سے تقریباً" اتنا ہی فاصلے پر رکھا جتنا رکھ سکتے تھے۔ خالہ کو ان کا یوں قریب آنا کتنا رومانٹک لگ رہا تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ جھکا ہوا سر مزید جھک گیا وہیں سے آواز آئی۔

"جی کہیے نا!"

"وہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ اپنی بیٹی کو ساتھ نہیں لائیں۔ ایسا کیوں؟" یہ بات سنی تھی کہ خالہ کو زور کا جھٹکا بڑی زور سے لگا۔ انہوں نے جو سر اوپر اٹھایا تو قریبی سر سے اس طرح ٹکرایا کہ دماغ لڑانے کا محاورہ بعد میں یاد آیا پہلے مرغے لڑانے کا سین یاد آگیا۔

"بیٹی؟ دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟"

"نہیں وہ۔ دراصل۔" وہ اپنے سر کو سہلاتے ہوئے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔

"کہیں آپ لڑکی تو نہیں؟" زور کا ایک جھٹکا بڑی زور سے انہیں بھی لگا جب خالہ تلملا کر بولیں۔

"نہیں تو کیا میں آپ کو لڑکا نظر آرہی ہوں؟"

"معاف کیجئے گا۔ غلطی ہو گئی' میں تو سمجھا آپ کبھی لڑکی تھیں لیکن اب سمجھا کہ آپ تو ابھی بھی لڑکی ہیں۔"

"نہیں۔ میرا نام مودا ہے۔" اس نے ماحول بہتر بنانے کے لیے تعارف کروایا تو خالہ نے سوچا کہ جس طرح اس نے لحہ بھر میں ہی معافی مانگ لی ہے وہ جس کا بھی شوہر بنے گا وہ خوش رہے گی۔

"مودا؟ یہ کیسا نام ہے' پورا نام بتائیے نا جس سے آپ کو سب بلاتے ہیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میرا نام مودا ہے' مودا باندری' پی ایچ ڈی۔"

"پی ایچ ڈی؟" خالہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دوبارہ پی ایچ ڈی پر حیران ہوئیں وہ بھی ان کی حیرت کی وجہ جان چکا تھا جب ہی بولا۔

"میرا نام مودا۔ مودا باندری۔ پی ایچ ڈی۔ پہلا حق دار!" بات کرنے کے بعد وہ۔ جس طرح شرمایا تھا خالہ کو یقین ہو چلا تھا کہ یہ ایسا شخص ہے۔ جس کا نام لے کر بچے اپنی ماؤں کو ڈراتے ہوں گے۔ اور اس لمحے دماغ کے کسی کونے سے ابا کا خیال نکل کر ایسے دل میں آیا جیسے کلا چوہا اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر بل سے نکل کر کمرے میں آیا ہوں۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼